لِلّٰہِ المشرق والمغرب

پیامِ مشرق

(در جواب دیوانِ شاعرِ المانوی گوئٹے)

787

محمد عبدالسلام قریشی
محمد مبارک علی بی اے

کتاب ملنے کا پتہ
شیخ محمد بشیر اینڈ سنز انارکلی لاہور

اقبال

طبع اول
(۱۹۲۳ء)

16 AUG 1971

دیباچہ

LIBRARY 782

"پیام مشرق" کی تصنیف کا محرک جرمن حکیم حیات "گوئٹے" کا "مغربی دیوان" ہے جس کی نسبت جرمنی کا اسرائیلی شاعر ہائنا لکھتا ہے۔

"یہ ایک گلدستۂ عقیدت ہے جو مغرب نے مشرق کو بھیجا ہے۔ ..... اس دیوان سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ مغرب اپنی کمزوری اور سرد روحانیت سے بیزار ہو کر مشرق کے سینے سے حرارت کا متلاشی ہے۔"

گوئٹے کا یہ مجموعہ اشعار جو اس کی بہترین تصانیف سے ہے اور جس کو اس نے خود "دیوان" کے نام سے موسوم کیا ہے کن اثرات کا نتیجہ تھا اور کن حالات میں لکھا گیا؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مختصر طور پر اس تحریک کا ذکر کیا جائے جس کو المانوی ادبیات کی تاریخ میں "تحریک مشرقی" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ میرا قصد تھا کہ اس دیباچے میں تحریک مذکور پر کسی قدر تفصیل سے بحث کروں گا مگر افسوس ہے کہ بہت سا مواد جو اس کے لئے ضروری تھا ہندوستان میں دستیاب نہ ہو سکا۔ پال ہورن۔ تاریخ ادبیاتِ ایران کے مصنف نے اپنے ایک مضمون میں اس امر پر بحث کی ہے کہ گوئٹے کس حد تک شعرائے فارس کا ممنون ہے لیکن رسالہ نارو انڈسود کا وہ نمبر جس میں مضمون مذکور شائع ہوا تھا نہ ہندوستان کے کسی کتب خانے سے مل سکا نہ جرمنی سے مجبوراً اس دیباچے کی تالیف میں کچھ نوگذشتہ مطالعہ کی یادداشت پر بھروسہ کرتا ہوں اور کچھ مسٹر چارلس ریمی کے مختصر مگر نہایت مفید اور کارآمد رسالے پر جو انہوں نے اس

موضوع پر لکھا ہے۔

ابتدائے شباب ہی سے گوئٹے کی ہمہ گیر طبیعت مشرقی تخیلات کی طرف مائل تھی۔ سٹراس برگ میں جہاں وہ قانون کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ اس کی ملاقات جرمن لٹریچر کی مشہور اور قابلِ احترام شخصیت ہرڈر سے ہوئی جس کی صحبت کے اثرات کو گوئٹے نے خود اپنے سوانح میں تسلیم کیا ہے۔ ہرڈر فارسی نہ جانتا تھا۔ لیکن چونکہ اخلاقی رنگ اس کی طبیعت پر غالب تھا اس واسطے سعدی کی تصانیف سے اُسے نہایت گہری دلچسپی تھی۔ چنانچہ گلستاں کے بعض حصوں کا اس نے جرمن زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ خواجہ حافظ کے رنگ سے اُسے چنداں لگاؤ نہ تھا۔ اپنے معاصرین کو سعدی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتا ہے "حافظ کے رنگ میں ہم بہت کچھ نغمہ سرائی کر چکے۔ اس وقت سعدی کے تلمذ کی ضرورت ہے" لیکن باوجود اس دلچسپی کے جو ہرڈر کو مشرقی لٹریچر سے تھی اس کے اپنے اشعار اور دیگر تصانیف پر مشرقی لٹریچر کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا علیٰ ہذا القیاس گوئٹے کا دوسرا معاصر شلر بھی جو مشرقی تحریک کے آغاز سے پہلے ہی مر چکا تھا مشرقی اثرات سے آزاد ہے۔ گو اس بات کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ اس کے ڈراما "توران دخت" کا پلاٹ مولانا نظامی کے افسانۂ دخترِ پادشاہ اقلیم چہارم (ہفت پیکر) سے لیا گیا ہے جس کا آغاز مولانا نے اس شعر سے کیا ہے ؎

"گفت کز جملۂ ولایتِ روس
بود شہرے بہ نیکوئی چو عروس"

۱۸۱۲ء میں فان ہیمر نے خواجہ حافظ کے دیوان کا پورا ترجمہ شائع کیا اور اسی ترجمے کی اشاعت سے جرمن ادبیات میں مشرقی تحریک کا آغاز ہوا۔ گوئٹے کی عمر اس وقت ۶۵ سال کی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا جب کہ جرمن قوم کا انحطاط ہر پہلو سے انتہا تک پہنچ چکا تھا۔ ملک کی سیاسی تحریکوں میں عملی حصہ لینے کے لئے گوئٹے کی فطرت موزوں نہ تھی

یپ کی عام ہنگامہ آرائیوں سے بیزار ہو کر اس کی بے تاب اور بلند پرواز روح نے
ی فضا کے امن و سکون میں اپنے لئے ایک نشیمن تلاش کر لیا۔ حافظ کے ترنم نے
کے تخیلات میں ایک ہیجانِ عظیم برپا کر دیا۔ جس نے آخر کار "مغربی دیوان" کی ایک
ائدار اور مستقل صورت اختیار کر لی۔ مگر فان ہیمر کا ترجمہ گوئٹے کے لئے محض ایک محرک
ہی نہ تھا بلکہ اس کے عجیب و غریب تخیلات کا ماخذ بھی تھا۔ بعض بعض جگہ اس کی نظم
خواجہ کے اشعار کا آزاد ترجمہ معلوم ہوتی ہے اور بعض جگہ اس کی قوت تخیل کسی خاص مصرع
کے اثر سے ایک نئی شاہراہ پر پڑ کر زندگی کے نہایت دقیق اور گہرے مسائل پر روشنی
ڈالتی ہے۔ گوئٹے کا مشہور سوانح نگار بیل شوسکی لکھتا ہے:۔

"بلبلِ شیراز کی نغمہ پردازیوں میں گوئٹے کو اپنی ہی تصویر نظر آتی تھی۔ اس کو کبھی کبھی
یہ احساس بھی ہوتا تھا۔ کہ شاید میری روح ہی حافظ کے پیکر میں رہ کر مشرق کی سرزمین
میں زندگی بسر کر چکی ہے۔ وہی زمینی مسرت، وہی آسمانی محبت، وہی سادگی، وہی عمق،
وہی جوش و حرارت، وہی وسعتِ مشرب، وہی کشادہ دلی اور وہی قیود و رسوم سے
آزادی! غرضکہ ہر بات میں ہم اُسے حافظ کا مثیل پاتے ہیں۔ جس طرح حافظ لسان الغیب
و ترجمانِ اسرار ہے اسی طرح گوئٹے بھی ہے اور جس طرح حافظ کے بظاہر سادہ الفاظ میں
جہانِ معنی آباد ہے اسی طرح گوئٹے کے بیساختہ پن میں بھی حقائق و اسرار جلوہ افروز
ہیں۔ دونوں نے امیر و غریب سے خراجِ تحسین وصول کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے وقت
کے عظیم الشان فاتحوں کو اپنی شخصیت سے متاثر کیا (یعنی حافظ نے تیمور[1] کو اور گوئٹے
نے نپولین کو) اور دونوں عام تباہی اور بربادی کے زمانے میں طبیعت کے اندرونی
امن و سکون کو محفوظ رکھ کر اپنی قدیم ترنم ریزی جاری رکھنے میں کامیاب رہے۔"

---

[1] خواجہ حافظ اور تیمور کی ملاقات کی روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ خواجہ کا انتقال تیموری فتح شیراز سے پہلے ہو چکا تھا۔

جرمنی کے اس آزادہ رو شاعر کا دل بھی بچ نہ سکا۔ چنانچہ ایک مقام پر اپنے آپ کو عالمِ خیال میں ایک ایرانی شاعر تصور کرتے ہوئے جس کو جرمنی میں جلاوطن کر دیا گیا ہو۔ لکھتا ہے:۔

"اے فردوسی! اے جامی! اے سعدی! تمہارا بھائی زندانِ غم میں اسیر شیراز کے پھولوں کے لئے تڑپ رہا ہے"۔

کم درجے کے شعرا میں خواجہ حافظ کا مقلد ڈومر۔ ہرمن سٹال۔ لوشکے۔ سٹانگ لٹز۔ لنٹ ہولڈ اور فان شاک بھی قابلِ ذکر ہیں۔ موخرالذکر علمی دنیا میں اونچا پایہ رکھتا تھا۔ اس کی نظمیں قصہ انصاف محمود غزنوی اور قصہ ہاروت و ماروت مشہور ہیں۔ اور بحیثیت مجموعی اس کے کلام میں عمر خیام کا اثر زیادہ نمایاں ہے۔ لیکن مشرقی تحریک کی پوری تاریخ لکھنے اور جرمن اور ایرانی شعرا کا تفصیلی مقابلہ کر کے عجمی اثرات کی صحیح وسعت معلوم کرنے کے لئے ایک طویل مطالعہ کی ضرورت ہے جس کے لئے نہ وقت میسر ہے نہ سامان۔ ممکن ہے کہ یہ مختصر سا خاکہ کسی نوجوان کے دل میں تحقیق و تدقیق کا جوش پیدا کر دے۔

"پیامِ مشرق" کے متعلق جو "مغربی دیوان" سے سو سال بعد لکھا گیا ہے مجھے کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ ناظرین خود اندازہ کر لیں گے۔ کہ اس کا مدعا زیادہ تر ان اخلاقی مذہبی اور ملی حقائق کو پیشِ نظر لانا ہے جن کا تعلق افراد و اقوام کی باطنی تربیت سے ہے۔ اس سے سو سال پیشتر کی جرمنی اور مشرق کی موجودہ حالت میں کچھ نہ کچھ مماثلت ضرور ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اقوامِ عالم کا باطنی اضطراب جس کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہم محض اس واسطے نہیں لگا سکتے کہ خود اس اضطراب سے متاثر ہیں ایک بہت بڑے روحانی اور تمدنی انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ یورپ کی جنگ عظیم ایک قیامت تھی جس نے پرانی دنیا کے نظام کو قریباً ہر پہلو سے فنا کر دیا ہے۔ اور

پابندی سے غزلیں لکھیں۔ رباعیاں لکھیں اور نپولین پر ایک قصیدہ بھی لکھا۔ گوئٹے کی طرح فارسی استعارات مثلاً "عروسِ گل" "زلفِ مشکیں" "لالہ عذار" کو بے تکلف استعمال کرتا ہے۔ اور تغزلِ محض کا دلدادہ ہے۔ روکرٹ عربی۔ فارسی سنسکرت تینوں مشرقی زبانوں کا ماہر تھا۔ اس کی نگاہ میں فلسفہ رومی کی بڑی وقعت تھی اور اس کی "غزلیات" زیادہ تر مولنا روم ہی کی تقلید میں لکھی گئی ہیں چونکہ السنۂ مشرقیہ کا عالم تھا اس لئے اس کی مشرقی نظم کے مواخذ بھی وسیع تر تھے۔ مخزن الاسرار نظامی بہارستانِ جامی۔ کلیاتِ امیر خسرو۔ گلستانِ سعدی۔ مناقب العارفین عیار دانش منطق الطیر۔ ہفت قلزم وغیرہ جہاں جہاں سے حکمت کے موتی ملتے ہیں رول لیتا ہے۔ بلکہ اسلام سے پہلے کی ایرانی روایات و حکایات سے بھی اپنے کلام کو زینت دیتا ہے۔ اسلامی تاریخ کے بعض واقعات بھی اس نے خوب نظم کئے ہیں۔ مثلاً محمود غزنوی کی موت۔ محمود کا حملہ سومنات۔ سلطانہ رضیہ وغیرہ۔ گوئٹے کے بعد سب سے زیادہ مقبول مشرقی رنگ کا شاعر بوڈن سٹاٹ ہے جس نے اپنی نظموں کو مرزا شفیع کے فرضی نام سے شائع کیا۔ یہ چھوٹا سا مجموعہ اس قدر مقبول ہوا کہ تھوڑی ہی مدت میں ۱۴۰ دفعہ شائع ہوا۔ اس شاعر نے عجمی روح کو اس خوبی سے جذب کیا ہے کہ جرمنی میں مرزا شفیع کے اشعار کو لوگ دیر تک فارسی نظم کا ترجمہ تصور کرتے رہے۔ بوڈن سٹاٹ نے امیر معزی اور انوری سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اس سلسلے میں میں نے گوئٹے کے مشہور معاصر ہائنا کا ذکر ارادۃً نہیں کیا۔ اگرچہ اس کے مجموعۂ اشعار موسوم بہ "اشعار تازہ" میں عجمی اثر نمایاں ہے اور محمود و فردوسی کے قصے کو بھی اس نے نہایت خوبی سے نظم کیا ہے تاہم بحیثیت مجموعی مشرقی تحریک سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور اس کی رائے میں گوئٹے کے "مغربی دیوان" کے سوائے جرمن شعرا کا مشرقی کلام کوئی بڑی وقعت نہیں رکھتا۔ لیکن عجمی جادو کی گرفت سے

خواجہ حافظ کے علاوہ گوئٹے اپنے تخیلات میں شیخ عطار۔ سعدی فردوسی اور عام اسلامی لٹریچر کا بھی ممنونِ احسان ہے۔ ایک آدھ جگہ ردیف و قافیہ کی قید سے غزل بھی لکھی ہے۔ اپنی زبان میں فارسی استعارات بھی (مثلاً "گوہرِ اشعار" "تیرِ مژگاں" "زلفِ گرہ گیر") بے تکلف استعمال کرتا ہے بلکہ فارسیت کے جوش میں امرد پرستی کی طرف اشارات کرنے سے بھی احتراز نہیں کرتا۔ دیوان کے مختلف حصوں کے نام بھی فارسی ہیں۔ مثلاً مغنی نامہ۔ ساقی نامہ۔ عشق نامہ۔ تیمور نامہ۔ حکمت نامہ وغیرہ۔ باوجود ان سب باتوں کے گوئٹے کسی فارسی شاعر کا مقلد نہیں۔ اور اس کی شاعرانہ فطرت قطعاً آزاد ہے۔ مشرق کے لالہ زاروں میں اس کی نوا پیرائی محض عارضی ہے۔ وہ اپنی مغربیت کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیتا اور اس کی نگاہ صرف انہیں مشرقی حقائق پر پڑتی ہے۔ جن کو اس کی مغربی فطرت جذب کر سکتی ہے۔ عجمی تصوف سے اسے مطلق دلچسپی نہ تھی اور گو اسے یہ بات معلوم تھی کہ مشرق میں خواجہ حافظ کے اشعار کی تفسیر تصوف کے نقطۂ نگاہ سے کی جاتی ہے وہ خود تغزل محض کا دلدادہ تھا اور کلام حافظ کی صوفی تعبیر سے اسے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ مولینا روم کے فلسفیانہ حقایق و معارف اس کے نزدیک مبہم تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس نے رومی کے کلام پر غائر نگاہ نہیں ڈالی کیونکہ جو شخص سپونوزا (ہالینڈ کا ایک فلسفی جو مسئلہ وحدت الوجود کا فائل تھا) کا مداح ہو اور جس نے برونو (اٹلی کا ایک وجودی فلسفی) کی حمائت میں قلم اٹھایا ہو اس سے ممکن نہیں کہ رومی کا معترف نہ ہو۔

غرضکہ "مغربی دیوان" کی وساطت سے گوئٹے نے جرمن ادبیات میں عجمی روح پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بعد کے شعرا پلاٹن، روکرٹ اور بودن سٹارٹ نے اس مشرقی تحریک کو جس کا آغاز گوئٹے کے دیوان سے ہوا تکمیل تک پہنچایا۔ پلاٹن نے ادبی اغراض کے لئے فارسی زبان سیکھی۔ قافیہ ردیف بلکہ ایرانی عروض کے قواعد کی

اب تہذیب و تمدن کے خاکستر سے فطرت زندگی کی گہرائیوں میں ایک نیا آدم اور اس کے رہنے کے لئے ایک نئی دنیا تعمیر کر رہی ہے جس کا ایک دھندلا سا خاکہ ہمیں حکیم آئن سٹائن اور برگساں کی تصانیف میں ملتا ہے۔ یورپ نے اپنے علمی اخلاقی اور اقتصادی نصب العین کے خوفناک نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے ہیں اور سائنزینٹی (سابق وزیر اعظم اطالیہ) سے "انحطاطِ فرنگ" کی دلخراش داستان بھی سُن لی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے نکتہ رس مگر قدامت پرست مدبرین اس حیرت انگیز انقلاب کا صحیح اندازہ نہیں کر سکے جو انسانی ضمیر میں اس وقت واقع ہو رہا ہے۔ خالص ادبی اعتبار سے دیکھیں تو جنگ عظیم کی کوفت کے بعد یورپ کے فوائے حیات کا اضمحلال ایک صحیح اور پختہ ادبی نصب العین کی نشوونما کے لئے نامساعد ہے۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ اقوام کے طبائع پر وہ فرسودہ سست رگ اور زندگی کی دشواریوں سے گریز کرنے والی عجمیت غالب نہ آجائے جو جذباتِ قلب کو افکارِ دماغ سے متمیز نہیں کر سکتی۔ البتہ امریکہ مغربی تہذیب کے عناصر میں ایک صحیح عنصر معلوم ہوتا ہے اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ یہ ملک قدیم روایات کی زنجیروں سے آزاد ہے اور اس کا اجتماعی وجدان نئے اثرات و افکار کو آسانی سے قبول کر سکتا ہے۔

مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے مگر اقوام مشرق کو یہ محسوس کر لینا چاہیئے کہ زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ پہلے اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ ہو اور کوئی نئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں متشکل نہ ہو۔ فطرت کا یہ اٹل قانون جس کو قرآن نے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنْفُسِھِمْ کے سادہ اور بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے زندگی کے فردی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے اور میں نے اپنی فارسی

تصانیف میں اسی صداقت کو مدنظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔

اس وقت دنیا میں اور بالخصوص ممالک مشرق میں ہر ایسی کوشش جس کا مقصد افراد و اقوام کی نگاہ کو جغرافی حدود سے بالاتر کر کے ان میں ایک صحیح اور قوی انسانی سیرت کی تجدید یا تولید ہو۔ قابلِ احترام ہے۔ اسی بنا پر میں نے ان چند اوراق کو اعلیحضرت فرمانروائے افغانستان کے نام نامی سے منسوب کیا ہے کہ وہ اپنی فطری ذہانت و فطانت سے اس نکتے سے بخوبی آگاہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور افغانوں کی تربیت انہیں خاص طور پر مدِ نظر ہے۔ اس عظیم الشان کام میں خدا تعالےٰ اُن کا حامی و ناصر ہو۔

آخر میں میں اپنے دوست چوہدری محمد حسینؑ صاحب ایم۔ اے کا سپاس گذار ہوں کہ انہوں نے "پیامِ مشرق" کے مسوّدات کو اشاعت کے لئے مرتب کیا۔ اگر وہ یہ زحمت گوارا نہ کرتے تو غالباً اس مجموعے کی اشاعت میں بہت تعویق ہوتی۔

اقبال

پیش کش

بحضور اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خان
فرمان روائے دولتِ مستقلۂ افغانستان

خلد اللہ ملکہٗ و اجلالہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے امیرِ کامگار اے شہریار — نوجوان و مثلِ پیران پختہ کار

چشمِ تو از پردگیہا محرم است — دل میانِ سینہ ات جامِ جم است

عزمِ تو پاینده چوں کہسارِ تو — حزمِ تو آساں کند دشوارِ تو

ہمتِ تو چوں خیالِ من بلند — ملتِ صد پارہ را شیرازہ بند

هدیه از شاهنشهاں داری بسے　　لعل و یاقوتِ گراں داری بسے

اے امیر، ابنِ امیر، ابنِ امیر

هدیۂ از بینوائے هم پذیر!

تا مرا رمزِ حیات آموختند　　آتشے در سینه‌ام افروختند

یک نوائے سینه تاب آورده‌ام　　عشق را عهدِ شباب آورده‌ام

پیرِ مغرب شاعرِ المانوی (۱)　　آں قتیلِ شیوه‌هائے پهلوی

بست نقشِ شاهدانِ شوخ و شنگ　　داد مشرق را سلامے از فرنگ

در جوابش گفته‌ام پیغامِ شرق　　ماه تابے ریختم بر شامِ شرق

تا شناسائے خودم خود بین نیم　　با تو گویم او که بود و من کیم

او ز افرنگی جواناں مثلِ برق　　شعلهٔ من از دمِ پیرانِ شرق

او چمن زادے چمن پروردهٔ　　من دمیدم از زمینِ مردهٔ

او چو بلبل در چمن فردوسِ گوش　　من بصحرا چوں جرس گرمِ خروش

(۱) شاعرِ المانوی - گوئٹے

هر دو دانای ضمیرِ کائنات — هر دو پیغامِ حیات اندر ممات

هر دو خنجر صبح خند، آئینه فام — او برهنه من هنوز اندر نیام

هر دو گوهر ارجمند و تاب دار — زادهٔ دریائے ناپیدا کنار

او ز شوخی در تهِ قلزم تپید — تا گریبانِ صدف را بر درید

من بآغوشِ صدف تابم هنوز — در ضمیرِ بحر نایابم هنوز

آشنائے من ز من بیگانه رفت — از خمستانم تهی پیمانه رفت

من شکوهِ خسروی او را دهم — تختِ کسرے زیرِ پائے او نهم

او حدیثِ دلبری خواهد ز من — رنگ و آبِ شاعری خواهد ز من

کم نظر بیتابیِ جانم ندید — آشکارم دید و پنهانم ندید

فطرتِ من عشق را در بر گرفت — صحبتِ خاشاک و آتش در گرفت

حق رموزِ ملک و دین بر من کشود — نقشِ غیر از پردهٔ چشمم ربود

برگِ گل رنگین ز مضمونِ من است — مصرعِ من قطرهٔ خونِ من است

تا نه پنداری سخن دیوانگیست — در کمالِ این جنون فرزانگیست

از هنر سرمایه دارم کرده اند — در دیارِ هند خوارم کرده اند

لاله و گل از نوایم بی نصیب — طائرم در گلستانِ خود غریب!

بسکه گردون سفله و دون پرور است
وائے بر مردے که صاحب جوهر است

دیدهٔ اے خسروِ کیواں جناب — آفتابِ ما توارت بالحجاب

ابطحی در دشتِ خویش از راه رفت — از دمِ او سوزِ الا الله رفت

مصریاں افتاده در گردابِ نیل — سست رگ تورانیانِ ژنده پیل

آلِ عثماں در شکنجِ روزگار — مشرق و مغرب ز خونش لاله زار

عشق را آئینِ سلمانی نماند — خاکِ ایراں ماند و ایرانی نماند

سوز و سازِ زندگی رفت از گلش — آں کہن آتش فسرد اندر دلش

مسلمِ هندی شکم را بندهٔ — خود فروشے دل ز دیں برکندهٔ

در مسلماں شانِ محبوبی نماند

خالدؓ و فاروقؓ و ایّوبی نماند

اے ترا فطرت ضمیرِ پاک داد — از غمِ دیں سینۂ صد چاک داد

تازہ کن آئینِ صدّیقؓ و عمرؓ — چوں صبا بر لالۂ صحرا گذر

ملّتِ آوارۂ کوہ و دمن — در رگِ او خونِ شیراں موجزن

زیرک و روئیں تن و روشن جبیں — چشمِ او چوں جرّہ بازاں تیز بیں

قسمتِ خود از جہاں نایافتہ — کوکبِ تقدیرِ او ناتافتہ

در قہستاں خلوتے ورزیدۂ — رستخیزِ زندگی نادیدۂ

جانِ تو بر محنتِ پیہم صبور — کوش در تہذیبِ افغانِ غیور

تا ز صدّیقانِ ایں امّت شوی

بہرِ دیں سرمایۂ قوّت شوی

زندگی جہد است و استحقاق نیست — جز بعلمِ انفس و آفاق نیست

گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر — هر کجا ایں خیر را بینی بگیر

سیّدِ کل، صاحبِ ام الکتاب — پردگیہا بر ضمیرش بے حجاب

گرچہ عینِ ذات را بے پردہ دید — ربِّ زِدنی از زبانِ او چکید

علم اشیا علم الاسماستے — ہم عصا و ہم یدِ بیضاستے

علم اشیا دادِ مغرب را فروغ — حکمتِ او ماست می بندد ز دوغ

جانِ ما را لذّتِ احساس نیست — خاکِ رہ جز ریزۂ الماس نیست

علم و دولت نظمِ کارِ ملت است — علم و دولت اعتبارِ ملت است

آں یکے از سینۂ احرار گیر — واں دگر از سینۂ کہسار گیر

دشنہ زن در پیکرِ ایں کائنات — در شکم دارد گہر چوں سومنات

لعلِ ناب اندر بدخشانِ تو ہست

برقِ سینا در قہستانِ تو ہست

کشورِ محکم اساسے بایدت؟ — دیدۂ مردم شناسے بایدت

اے بسا آدم کہ ابلیسی کند — اے بسا شیطاں کہ ادریسی کند

رنگِ او نیرنگ و بودِ او نمود — اندرونِ او چو داغِ لالہ دود

یا کباز و کعبتینِ او دغل — ریمن و غدر و نفاق اندر بغل

در نگر اے خسروِ صاحب نظر — نیست ہر سنگے کہ می تابد گہر

مرشدِ رومی حکیمِ پاک زاد — سترِ مرگ و زندگی بر ما کشاد

"ہر ہلاکِ امتِ پیشیں کہ بود
زانکہ بر جندل[1] گماں بردند عود" (رومی)

سروری در دینِ ما خدمت گری است — عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری است

در ہجومِ کارہائے ملک و دیں — با دلِ خود یک نفس خلوت گزیں

ہر کہ یک دم در کمینِ خود نشست — ہیچ نخچیر از کمندِ او نجست

در قبائے خسروی درویش زی — دیدہ بیدار و خدا اندیش زی

قایدِ ملت شہنشاہِ مراد — تیغِ او را برق و تندر خانہ زاد

[1] جندل - پتھر

ہم فقیرے ہم شہِ گردوں فرے — اردشیرے با روانِ بوذرے

غرق بودش در زرہ با لا و دوش — در میانِ سینہ دل موئینہ پوش

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند — در شہنشاہی فقیری کردہ اند

در امارت فقر را افزودہ اند — مثلِ سلماںؓ در مدائن بودہ اند

حکمرانے بود و سامانے نداشت — دستِ او جز تیغ و قرآنے نداشت

ہر کہ عشقِ مصطفےٰ سامانِ اوست — بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

سوز صدیقؓ و علیؓ از حق طلب — ذرّۂ عشقِ نبیؐ از حق طلب

زانکہ ملت را حیات از عشقِ اوست — برگ و ساز کائنات از عشقِ اوست

جلوۂ بے پردۂ او وا نمود — جوہرِ پنہاں کہ بود اندر وجود

روح را جز عشقِ او آرام نیست — عشقِ او روزیست کو را شام نیست

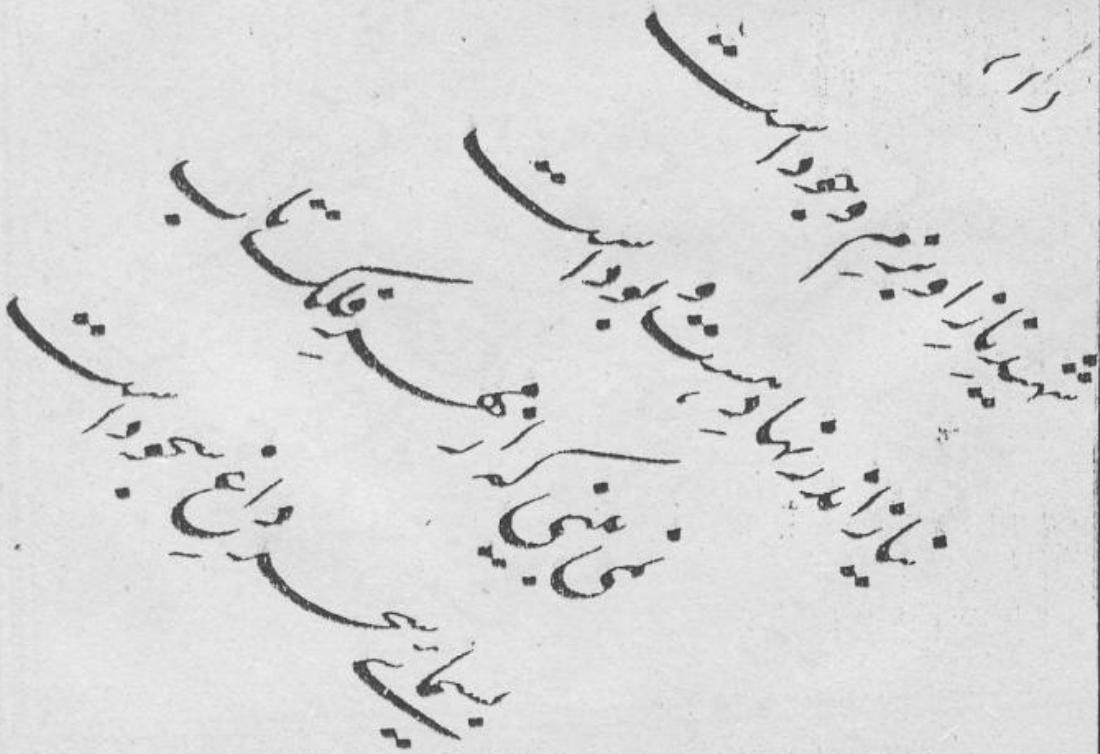
خیز و اندر گردش آور جامِ عشق
در قہستاں تازہ کن پیغامِ عشق

اقبال

لالۂ طور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لالۂ طُور



(۲)

دلِ من در شبِ تنهائی از سوزِ درون است
جهانی بیخبر من از تپشهای خون است
ز رنگِ زندگی بیگانه تر باد
کسی کو عشق را کوچک فسون است

(۳)

بباغبان بیا و فرش گردون پر عشق
بباغبان غنچه چو دل پر خون پر عشق
شعاع مهر او فگنده شکاف است
بجای دیده ره بین و پر عشق

(۴)

عقابان را بباید کرد بند عشق
تذروان را بباران سر دهد عشق
بگه دارد دل ما خویشتن را
ولیکن از کمینش برجهد عشق

(۵)

ببر لاله رنگ آمیزی عشق
بجان ما بلا انگیزی عشق
گر این خاکدان را واشکافی
درو پنهان بنای فتنه ریزی عشق

(٦)

نیست بی سبب از محبت یار است
نیست بی سبب محبت یار با گدا راست
بر وید لاله با داغ جگر تاب
دل لعل بدخشان بشکر است

(٧)

این گلشن پیشان مثل ابر بهار
نمی داند چه می خواهد چه میخواهد
بر اید از زمین یا بر زمین
شبنم سوز و ساز از روم

(۸)

جهان یک مشت گل دل حاصل اوست
همین یک قطره خون مشکل اوست
نگاه ما دو بین آفت دو رنه
جهان هر کس باندازه دل اوست

(۹)

بگفت عیسی با غنچه زار
دریغ گل چنین در خار زاری
بخندی می رسد گردد بسیری
دلے گل هوس چندان کرد و بسیرد

(۱۰)

جهان یکسر نکو بود است بیش
زبان تو امر همی را پسود بیش
سخن را نوکن و طبع دگرین
دل ما بیت بدو زیور و فرش

(۱۱)

نوای عشق را ساز است دگر
سرش پیدا ز دف و رود نهفت
جهان او آفرید این نغمه ساخت
سخن با بنده و با ساز است دگر

(۱۲)

بیا ساقی آن جام فرخنده آثار
بیاور ز خوبان آن راز دار
که سرّ زمانه حقیقت بداند
بیاموزد آن کو نداند بداند

(۱۳)

دلا تا نه‌ای پیرو فرزانه‌ای
نگیری سر از خط بیگانه‌ای
بکوش و خرد را بکوشش بسنج
طواف در خویش کعبه بسنج

(۱۴)

شبی سیدلن از دشت غبار
بپیش حکیم تراز بکمیں حصار
درون او دل درد آشنا
چو موجے در کنار بحرے

(۱۵)

زآب و گل خاموش چیزے ساخت
بجانے از زر و گوہر نیاخت
بلے ساقی بآں آتش کہ دارد
زخاک من جہان دیگرے ساخت

(۱۶)

بیا ساقی آن آب آتش فروز
که گردد ازو تیره روز سفید
فروغ دل و دیده بیشتر شود
ز دیدار او هر که یابد نوید
دل و جان ما را بدان آب شست
که از غم نیابد دگر هیچ بید
ز دیدار او شاد گردد روان
ز گفتار او تازه گردد امید

(۱۷)

بیا ساقی آن آب آتش فروز
که گردد ازو تیره روز سفید
فروغ دل و دیده بیشتر شود
ز دیدار او هر که یابد نوید
دل و جان ما را بدان آب شست
که از غم نیابد دگر هیچ بید
ز دیدار او شاد گردد روان
ز گفتار او تازه گردد امید

(۱۸)

شبی گیرم که غم‌ها را بسوزم خرمن صبرم
نیارم بر دلِ دشمن فروغِ روزگار خویش
توان بستن به مژگانم در آن روزن که بگشودم
نیارم بر دلِ دشمن فروغِ روزگار خویش
نیارم بر دلِ دشمن فروغِ روزگار خویش
نیارم بر دلِ دشمن فروغِ روزگار خویش

اگر شب تیره‌تر از چشمِ آهو نیست
خود افروزم چراغِ راهِ خویشم

(۱۹)

ترا ای تازه پرواز آفرینش
سرانجامِ تو بال است و پر آمد
پس ما را سرانجام پریدن
تو از نو بال و پر خواهی پریدن

(۱۲)

چه لازم شاخ را پیرایش برگ
دل هر ذره در جوش نمود است
شکافد شاخ راه غنچه گل
ز بیرون از درون وجود است

(۱۳)

نمی گوید دعا پیرانه سر کس
که از زندگی تاب و تبش بس
پریشان کن سخن را تا نگردد
ز هم پاشیدن او نیش بس

(۴۲)

مسلمانان ابر اصل خویش آسیب دل است
که در دوشین نیاز جان جبریل است
نهانش در دم آزاد نهاد است
که این تخم از اصل خلیل است

(۴۳)

بیا تا پیش و پس کاری بسازیم
بیا تا گرد خود خندقی سازیم
دمادم آرزوها آفرینیم
که تا کاری نه داریم ای نگارین

(۴۴)

بگردون فلک تیر آه سحر گاهی رسانی
دلے از خویشتن نا آشنائی
بیک بخود شکن صد بت تراشی
کہ از زیر زمین بیرون خزانے آری

(۴۵)

سحر در شاخسار بوستانے
بیچد نغمہ ہا از سینہ خونفشانے
بر آرد از دل پر درد زاری
سرودے نالہ آسا عاشقانے

(۴۶)

ترا نیک نگذشت سیر بگیرم
اگر در سر جان شیرین بگیری
بگیری سر جان شیرین بگیری
و گر جان بتن داری نداری

(۴۷)

بهل افسانه آن یار دغا را
حدیث سوز او از ما مپرس
من آن پروانه را پروانه دانم
سر جانش بخند گویش و شعله اویس

(۲۸)

ترا از خویشتن بیگانه سازد
من آن آیینه طوطی ندارم
بسی از زلف مجنون بیتابی
که صد دل جز پریشانی ندارم

(۲۹)

زبان بستی ز بیم آن که رازم
اگر جانت شود بیتاب گویم
نمایم آنچه بینم از تو در دل
بیارین من طلسم زلف و خویشت

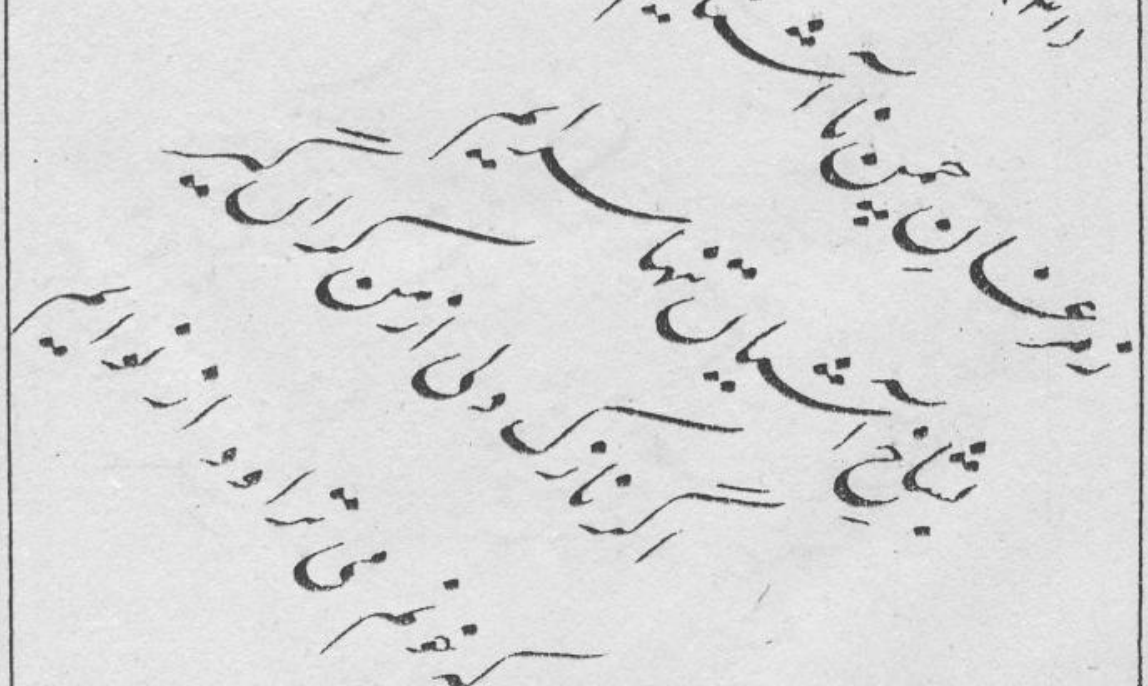
(۳۰)

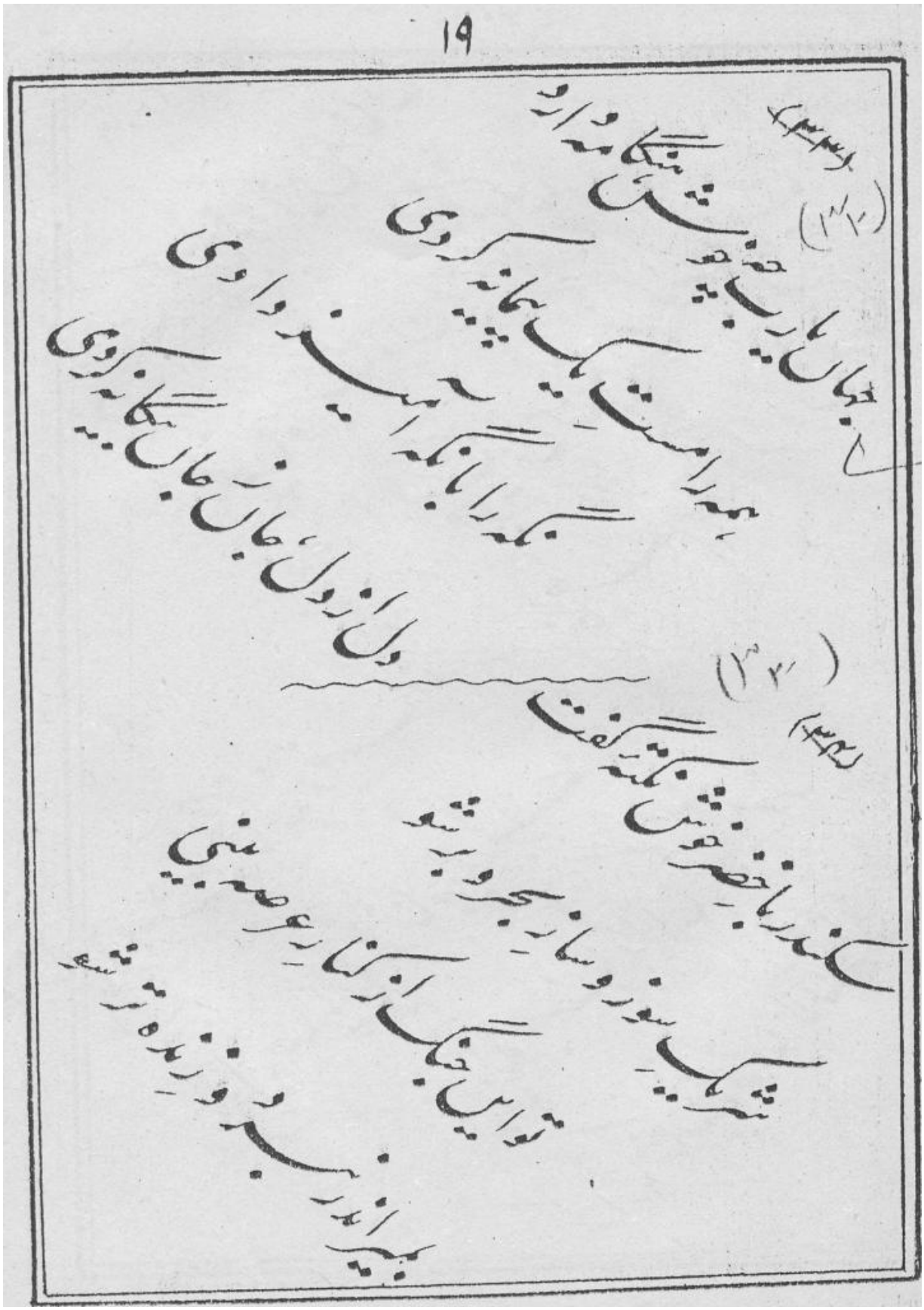


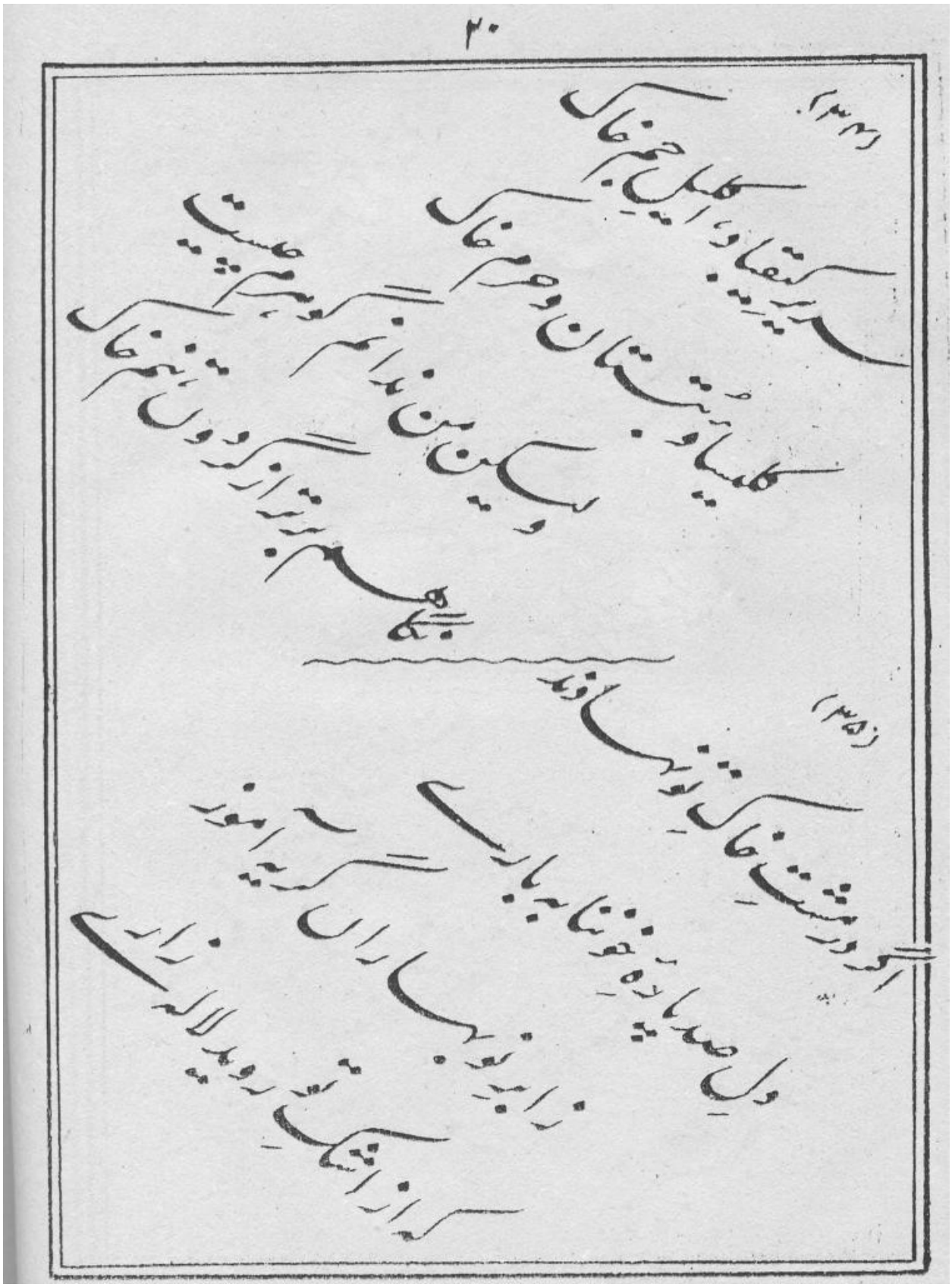
ولے از گِل تراشیدم مثالش

بہائے عنصرِ خود را فزودم

(۳۱)







(۳۶)

دمادم نقشهای تازه ریزد
بهیچ صورت قرار اندر نگیرد
ازو امروز نوعی صورتی هست
بجان او هزاران شور اندر نهست

(۳۷)

چو فردا نغمه سر در جلوت آرد
قیامت فتنه در هر گوشه خیزد
چو من فردا هزاران رنگ ریزم
جهان را گرم و خون اندر رگ ریزم

(۳۸)

چو می‌پرسی میان سینه دل چیست
خروشی پرسی میان سینه دل چیست
دل از ذوق عشق پیدا کردن دل چیست
دل از ذوق عشق پیدا کردن دل چیست
چه پیش آمد ز پیش افتاد گل چیست
چه پیش آمد ز پیش افتاد گل چیست

(۳۹)

فروغ لعل او پیش از بدخشی است
فروغ لعل او پیش از بدخشی است
نگاه شوق در آمیز و بیم است
نگاه شوق در آمیز و بیم است
نه هر کس را سزای همدمی است
نه هر کس را سزای همدمی است
که در هر دل تمنای همدمی است
که در هر دل تمنای همدمی است

(۳۰)

گفت و بوسید و بخندید و برفت
جز این نشست گلے پیدا نکردی
دل غمینم غمگسارے جز دل است
تو اے غافل دلے پیدا نکردی

(۳۱)

نیستم در دین بتان نسرا دل
زین سبب این و آن ازاده رفتم
چون بهار صبح گردیدم رسیده
گلستان را آب و رنگے داده رفتم

(۴۲)

بخود بازآورد زندگی را
بجانانه من در جام کردم
بنای کعبه من در جام کردم
من این بیت چون پیمان درین دیر
بزیر پیر مستان وام کردم

(۴۳)

سفالم را ز خاک میکده جام کردم
درون قطره اشک شیده پیدا کردم
خود اندر سر بخانه رخنه کردم
خلیل عشق دیدم را حرم کردم

(۲۴)

فروزندهٔ دیدهٔ مردمی است
بپاسبانی او نوروز و دیش است
صفدر را بسی بین و پیشه دار
بپیمان زاده زنار ریش است

(۲۵)

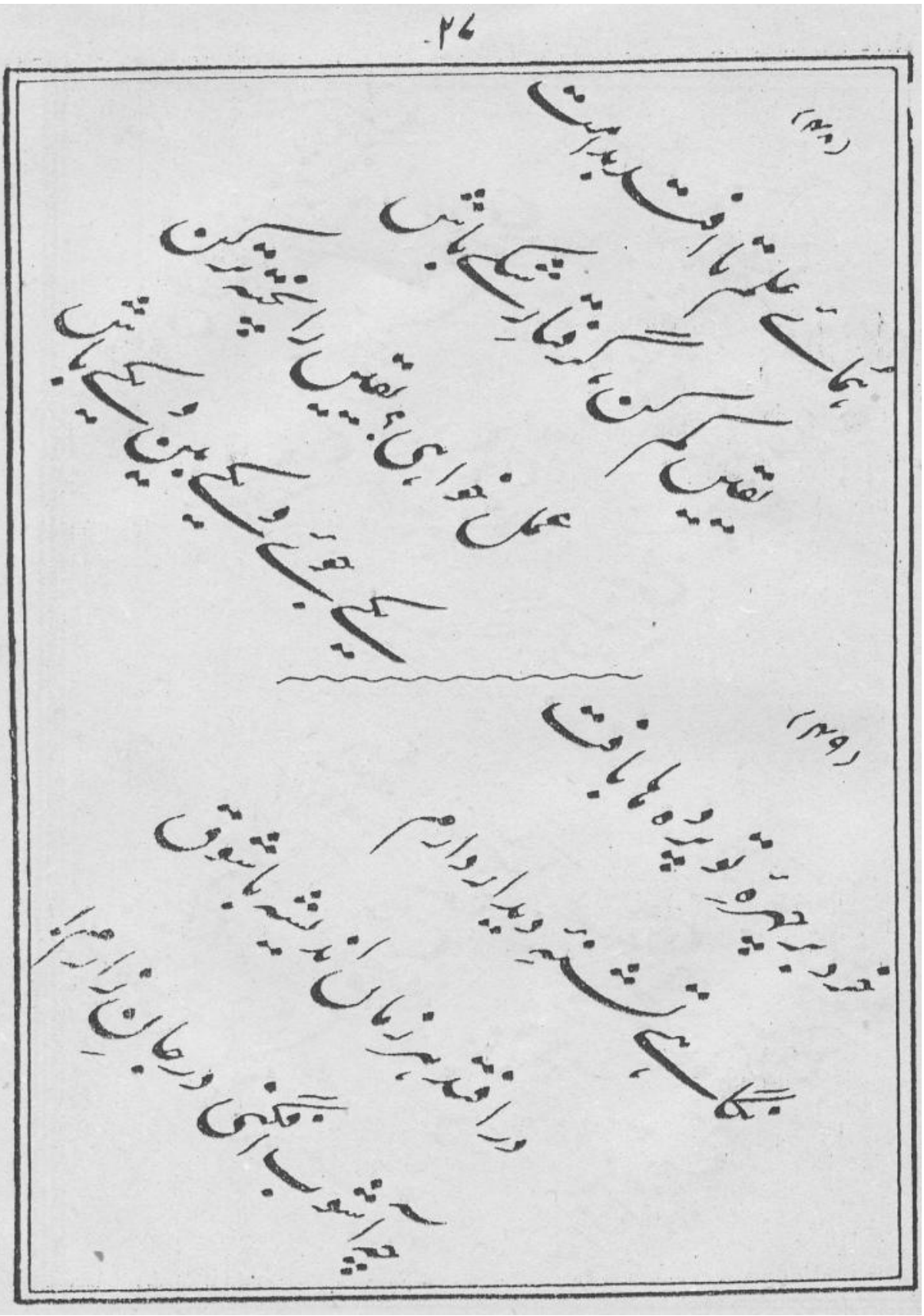
فروزنده از دیدهٔ مردمی است
بپاسبانی او نوروز و دیش است
صفدر را بسی بین و پیشه دار
بپیمان زاده زنار ریش است

(۴۴)

کسانی جامه رنگی بر سر طور
کہ جان نور نور خود نامحرم ست
ز شرم آن جمال بی حجاب است
خدا هم در تجلی شرمسار ست

(۴۵)

بجو جز بسمل ما را ز من پیچ
مرا آن تیغ نوری می نداند
دل ما تاب و تب ما خاکیان بیں
بنوری می ذوق مجوری نداند



(۵۰)

دلبتی می‌رود از دست و من از پا فتاده
زینهار ای همرهان او را نگهدارید زینهار

زینهار ای همرهان او را نگهدارید زینهار
بیوفا یاری گرفتم دیده خونبار شد

بیوفا یاری گرفتم دیده خونبار شد
بعد ازین با دیگری پیمان وفا خواهم نمود

بعد ازین با دیگری پیمان وفا خواهم نمود
گر بیاید بر سرم منت ندارم زینهار

گر بیاید بر سرم منت ندارم زینهار
بیوفا از عشق تو دیگر نخواهم زینهار

(۵۱)

بیوفا یاری گرفتم دیده خونبار شد
بعد ازین با دیگری پیمان وفا خواهم نمود

گر بیاید بر سرم منت ندارم زینهار
بیوفا از عشق تو دیگر نخواهم زینهار

(۵۲)

مرا فرمود پیشِ نکته‌دانی
برآمد نوبهارِ فرودینم است
دلِ از زعفرانِ بی‌پروا نگهدار
چمن جز باد دادن حرام است

(۵۳)

زرآرایی معنی فراچنگ پیچیدی
ضمیرِ ما بتشویش دلیل است
خود اندیشش فزود، دل بشنود
بهین تفسیرِ فرزندِ خلیل است

(۵۴)

من از بود و نبود خود خموشم
که گویم گر بپرسد خود نیارم
چنین بی نوا سازی ندارم
که در سینه نمی گوید که هستم

(۵۵)

چنین با شاعر بی نوا گوی
چه سود از سوز گفتار دلسوزی
نخواهد را می گدازی از تراشش
بیا و بر دلش بنشین و بفروز

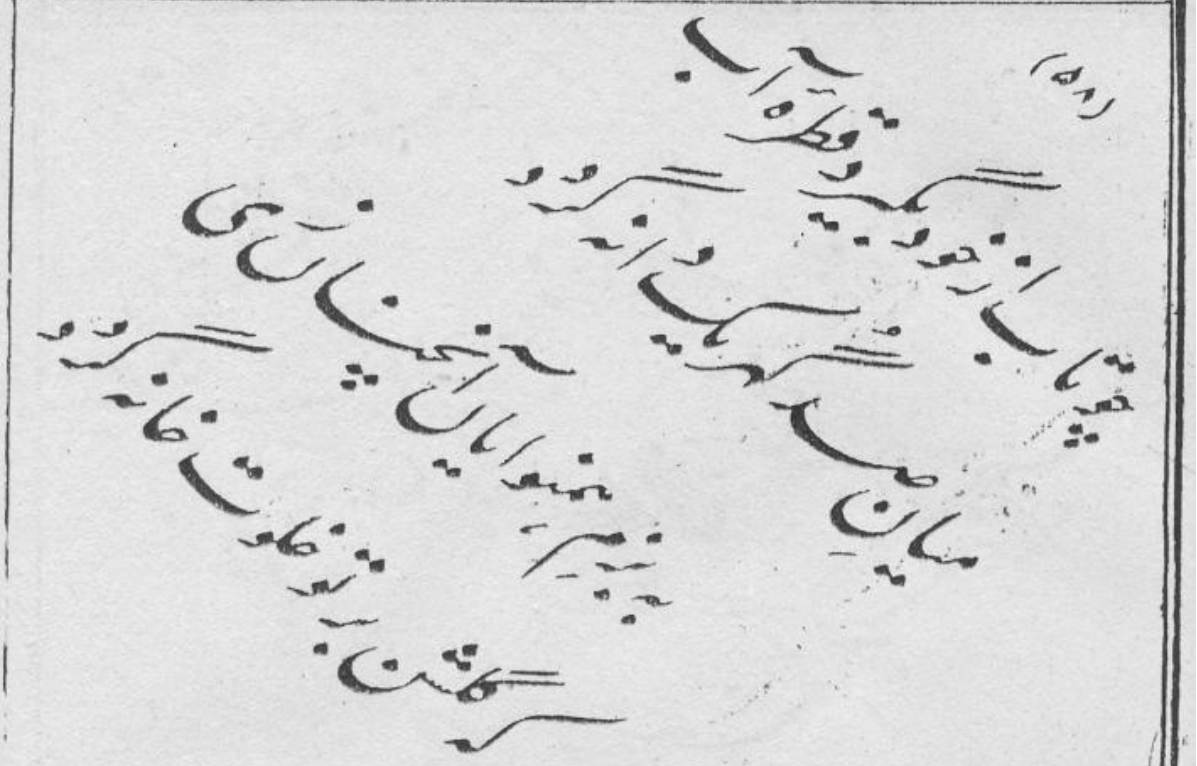
(۵۶)

زخوب و زشت جهان آشنا میم
عیار کرده سود و زیان را
در این محفل زمین تنها نشست
بجز چشم کسی غمخوار را

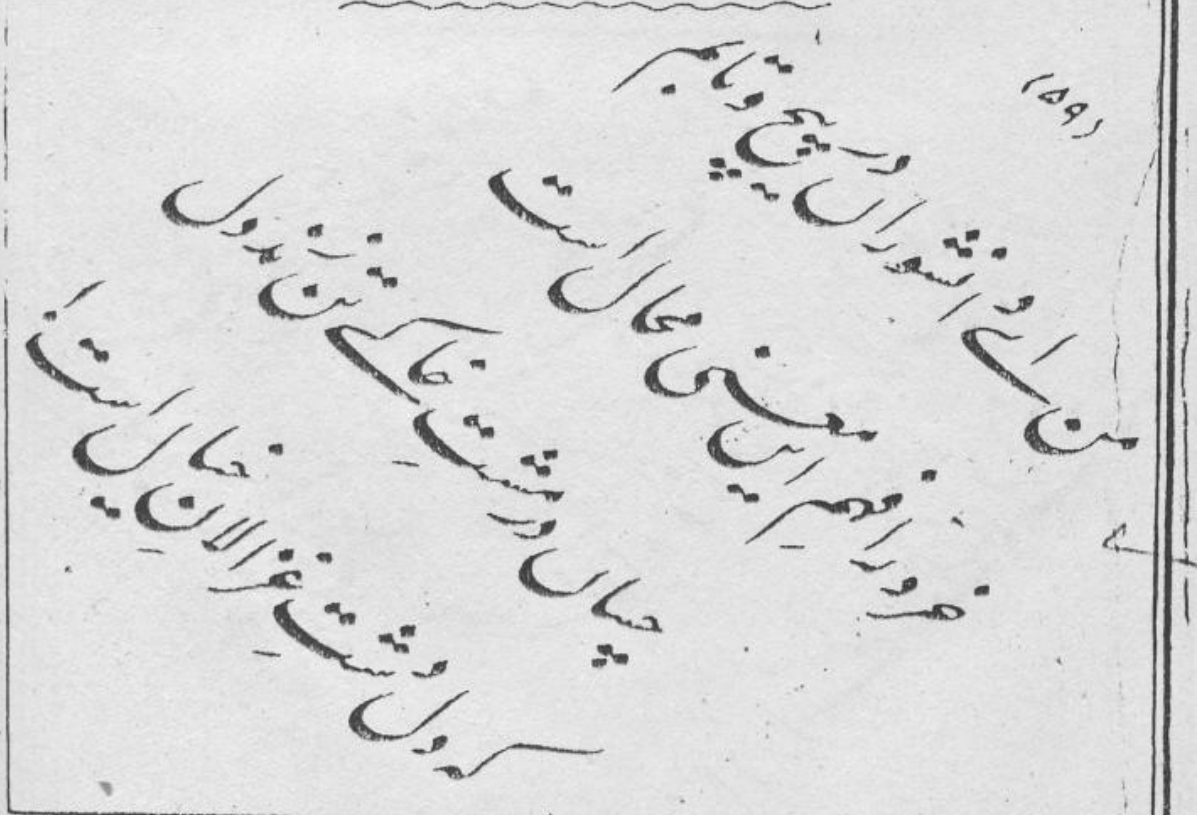
(۵۷)

تو ای شیخ حرم شاید ندانی
جهان عشق را هم چشمه ایست
ز سنگ و نامه و میزان نیاز
مرا و را سلسبیل و کافور چیست

(۵۸)



(۵۹)



25820

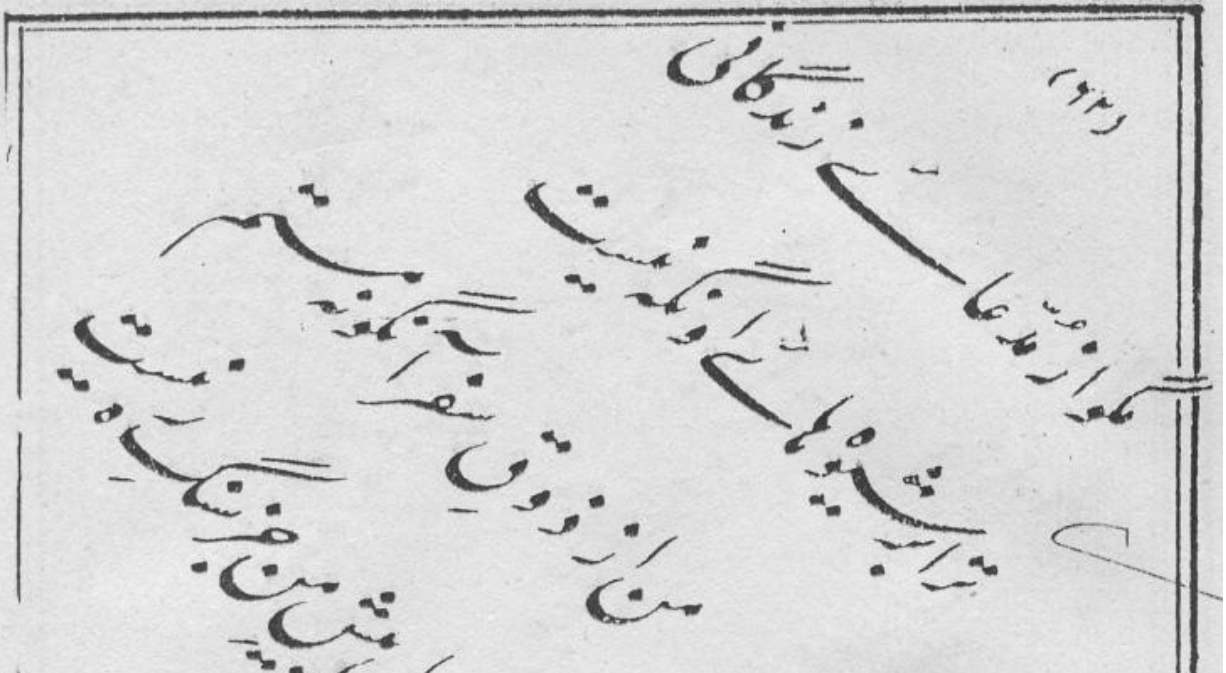
(۶۰)

میار را بنیرنگ بیداد کرد
نوای زندگانی نیز غمناک است
پدر با غلط و با مو جش در آویز
حیات جاودان اندر ستیز است

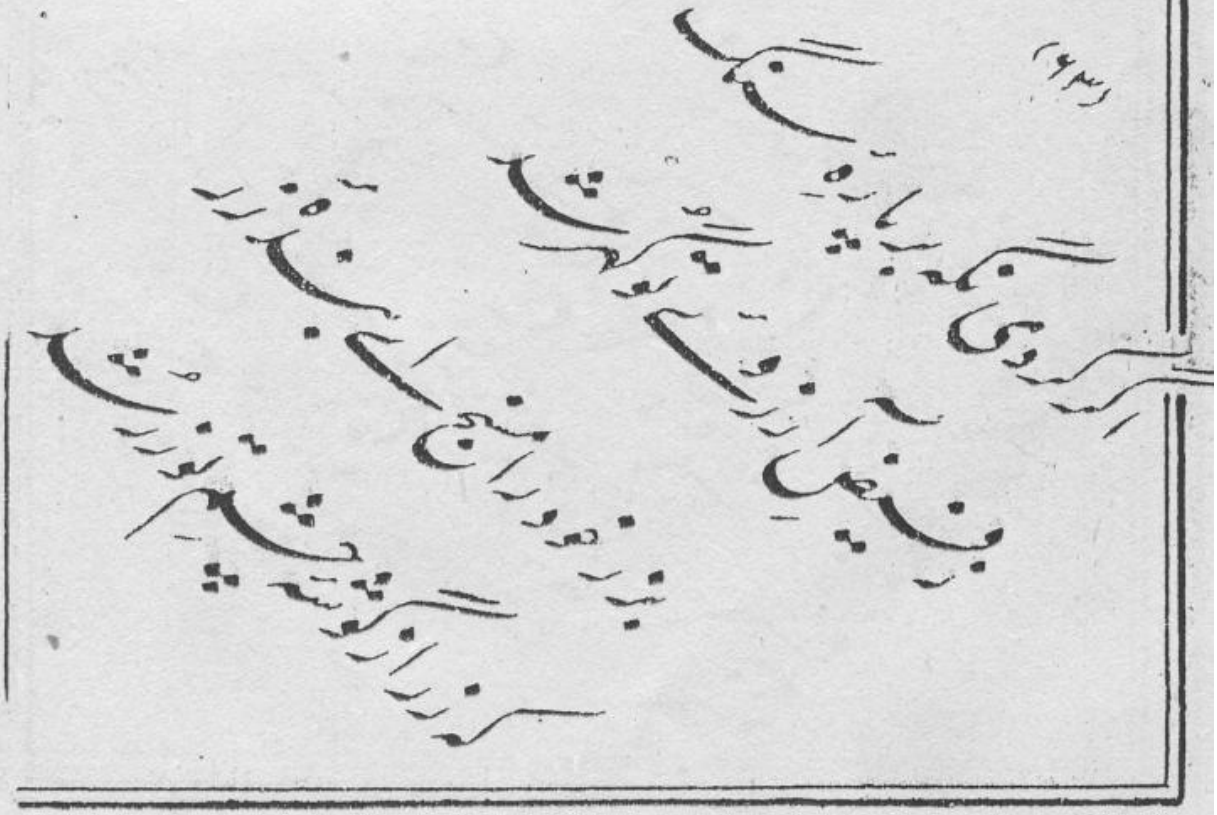
(۶۱)

سرایا معنی سرمست من
نگاهش حرف با فغان بر نتابم
نه خیام را تو ان گفتن نه بجبو
سر خاک زنده مرد را نغمه لام

(۶۲)



(۶۳)



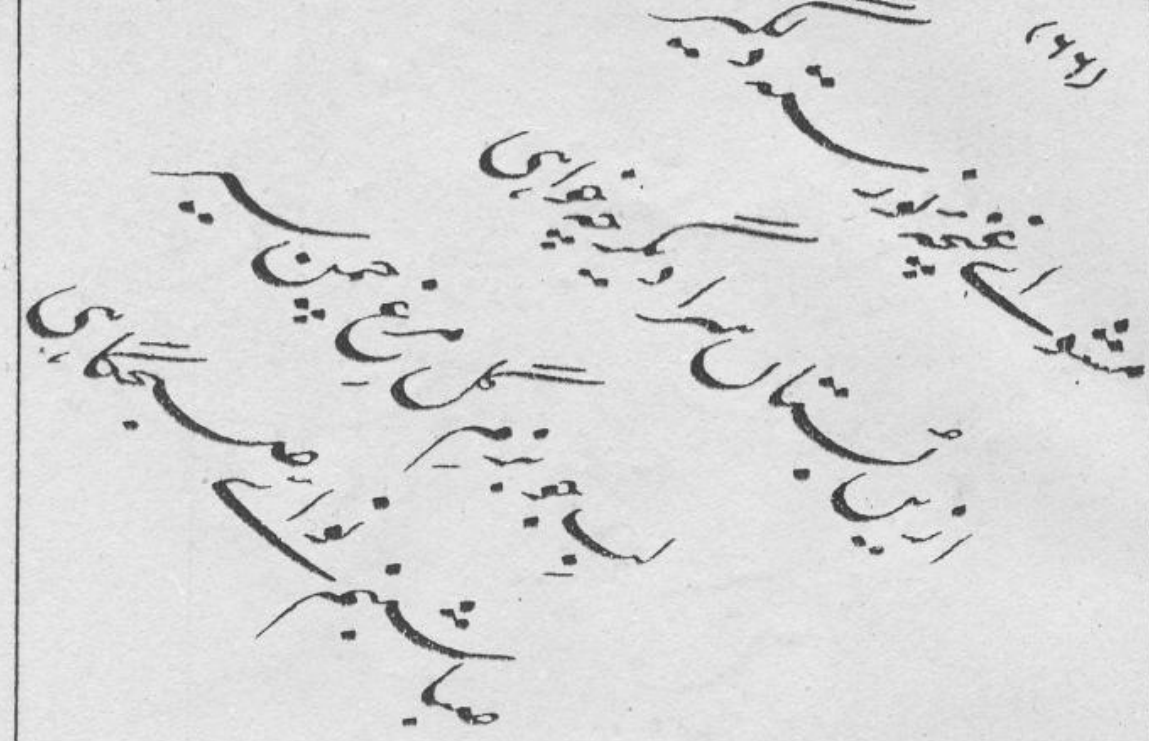
(۶۴)

وفا نا آشنا بیگانه خو بود
نگاهش بیقرار از جستجو بود
چو دید او را پریدار سینه من
ندانستم که دست مور او بود

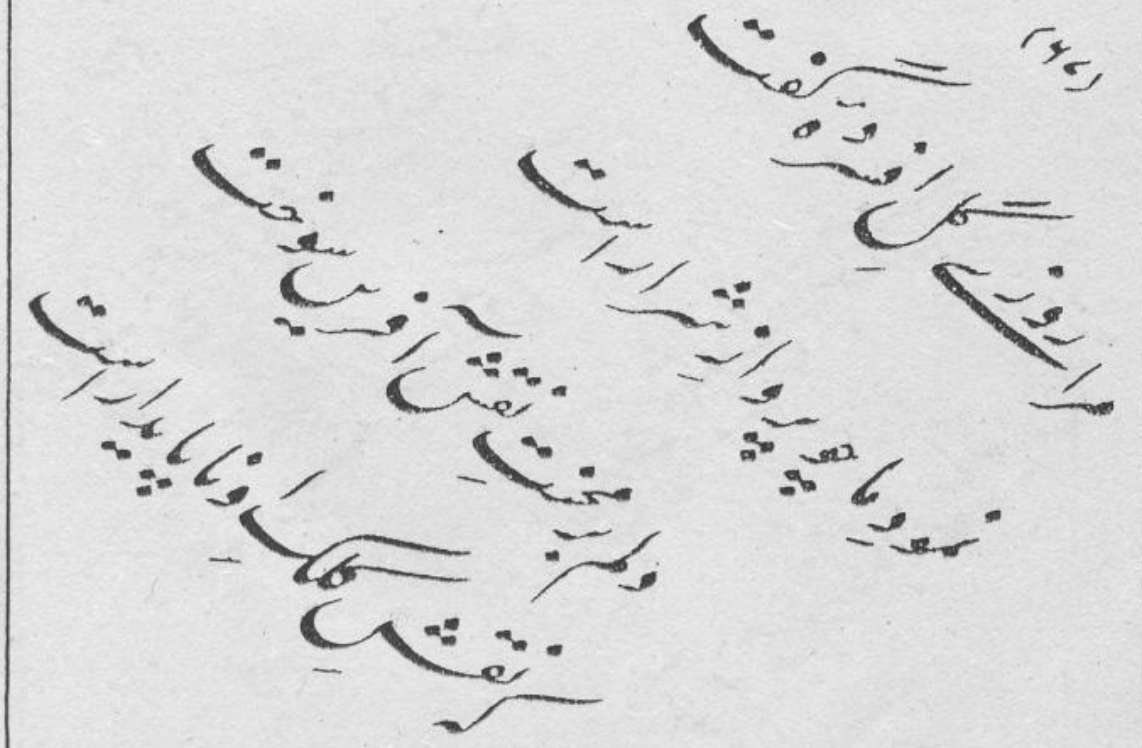
(۶۵)

پیرس از عشق و از بیمی نگنجد عشق
بدریائی که خواهی سر برآرد
درون سینه بیش از نقطه نیست
سپهر از بیکران با ما چه دارد

(۶۶)



(۶۷)



(۶۸)

جهان ما که پایانی ندارد
چو ما هی در یم آنیم غرق است
یکی بیدل نظر وا کن که بینی
یم آنیم در یک ما غرق است

(۶۹)

بمژگان حسین عمدا ستانم
زبان غنچه ها بشکسته زانم
چو بیدل با صبا خاکم بیامیز
که من طوف گلان کاری ندانم

(۷۰)

نمایدا ایچه هست این و اوی کل
درون لاله تراشش بجان چه هست
بچشم ما چین یک سوخ زنگ است
سرمی داند بیشه بلبلان چه هست

(۷۱)

تو خورشیدی و من سنگ پاره
سر نافه ام از نطف ناره
زاعجاز تو دوم نامم
تو آنی و من سنگ پاره

(۲۲)

ای دل ار روان بدیع شیوه است
عشق افسرده را بهانه دگر است
راه صاحب دلی این نکته نیست
زین منزل عاقبت بخیر نشد

(۲۳)

وای بر عشق کافرینکار است
جان را این شیوه ویرانگر است
دلبر را این کرشمه دلدار است
تیر را این وتیره شکار است

(۴۸)

حسن تو بر بتان طراز آوازه او
فرخ رخ تو گل ز ناز آوازه او
چشمت ز فسون فتنه ساز آوازه او
دل آمد و در زمانه باز آوازه او

زان نرگس مست تا به صد جا بیمار
خود بیمار کجا که نرگسزار
چون چشم تو چشم نرگس بیمار
گردان همه بیمار من بیمار

(۷۶)

عقاب در بین جوید نیستی را
که هستی بیکرانه بیکرانه است
بجز بیتابی و سوز و گداز است
نمی بینی که من آب روانم

صدائے ماہی آمد از تہِ بحر
که چیزے هست و هم در پیچ و تاب است

(۷۷)

دلِ من در طلسمِ خود اسیر است
جهان از پرتوِ او ماه منیر است
بپیش و پس نگاهِ من پذیر است
سرشتِ من سراپا اضطراب است

(۷۸)

نوا در بدن زار جان از تنم
چنان در جانی و از جان برون
چرا غم با تو نوشم بگویم
تو ای چون من بجان چون تنی

(۷۹)

نفس شقه موج از میر اوست
نی نا نغمه از دم سر اوست
سبب هوی بدیوان سبزه رسته
ریاض از خامه نیسان اوست

(۸)

ترا در دیگی در سینه پختند
جهان را رنگ و بو از آب و گل ساختند
ز راز عشق عشق آید پدیدی
ز خود ایجاد خود را آفریدی

(۹)

ترا جویای چیست و در پیچ و تابی
سراپا آرزو در انتخابی
تمنا شعله در جان و تنی
ز خود نالان و بیزار از منی

(۸۲)

تو ای کبوتر دشتی چو ما دراین کنجی
مسلمان زاده تو نیز نسب کن
ببانگ حمزه و عون و رگ یهودیت
عرب نژاد اگر نیستی عرب کن

(۸۳)

ز ترکتاز تو ترکان ختن بفریاد
چین زلف تو بیرون ز آستین شاهد
تمیز زنگ و بو از باد صرصر است
ز ما بدوره ما نسبت نسب مپرس

(۸۴)

نهان در سینه‌ها عالم پر از غم است
بجان کاندر دلے در دل غمے هست
ازان صهبا که جان ما بر افروخت
بنور اندر سوے ما شعلهٔ هست

(۸۵)

دل من لذتے از دل من گیر
بیا و ساغر من پر ز خون کن
چو خون در رگ نمی‌ماند ز غم‌ها
بیا و ساغر من پر ز خون کن

(۸۴)

پیچ گویا نکته راست و کج چیست
زبان آزرده معنی پیچیده راست
برون از شاخ غنچه خار و گل را
درون گاو و خر گل پیمانه خار است

(۸۵)

کسی کو درد بیتابی ندارد
ثبات و استقامت را ندارد
اگر جانی هوس واری طلب کن
تب و تابی که پایابی ندارد

(۴۶)

چه زیبا آبی بحر چین من
بخود پیچیده گوهر آستین من
درین دریا چو موج بیقرارم
ز بیتابی نمی گیرد قرار من

(۴۷)

بچندین جلوه در آیینه بین
بگاه شوق ما را بازبین
دوی در خون ما چون پیشگی
ز بیگانه نمی دانی یگانه

(۹۰)

دل از بهشت سخن با سیاه دارد
نگاه پاک تو شکل گناه دارد
متاع عقل و دین با دیگران بخش
غم عشق از بهشت نگاه دارد

(۹۱)

بیا ای عشق، ای رمز دل ما
بیا ای گشتنیا، ای حاصل ما
من و تو چشمه این خاکدان را
کنیم از دم گرم خود گل ما

(۹۲)

سخن در درد و غم آرد فرو غلتم
سرا این نامه ها بر لب مبر مرغ
سکندر را عبث پیش من آورد
نوای دلکش از فغان حسن

(۹۳)

زمین بوسی کنم خسرو سوارم
نوازد لب بتان شاه مرا یم
سرای عشق و دولت بین بین بس
بیا کاو مست و من بیدل برارم

(۹۴)

سال زندگی خواهی بیا مو
سر شادن چشمه فرزند خود نبستن
فرو بردن جهان را چون آب
طلسم آنرا بالا در شکستن

(۹۵)

تو می گویی که آدم خاک زار است
اسیر عالم کون و فساد است
شکوه فطرت اعجاز کرد
بنای جبر و پیش نهاد است

(۹۶)

دل بیتاب را صبر غمت زنهار نیست
دل ز سنگ اندوه تو ای یار بیمار نیست
آرزوی بوسه داری بر لب لعل تو حیف
آرزوی بوسه بر لب لعل تو دشوار نیست

(۹۷)

نازنینا بوسه بر لعل لبت دادن مرا
گر روا داری ستم باشد روا دیدن مرا
چشم بیمار تو بیمار دل و دیده مرا
گر جفا خواهی ستم باشد وفا دیدن مرا

(۹۸)

تو گوئی تن ما آسمان است و دل ما اختر است

پیامبران بدو پویان چو اختر است

زمین بوسه زند بر پای هر کو مغز جان دارد

فغان از غفلت ما از نظام ما

(۹۹)

چنان غفلت بدل ما اندر است

چنان از زاید تمکین در دل ما

بچشم ما کمی بیند چه بیند

چنان سوزد چنین نوع منزل ما

(۱۰۰)

پیاده رفتن خرامیدن پیش از رفتن

بچشم من زمین و آسمان آید
پیاده رفتن او سرو روان آید

بجان بادا که در وقت خرامیدن
جهان با او روان گردد چنان آید

(۱۰۱)

جهان با او چنان آشفته و بیتاب می‌گردد

چو او از انقلاب صبح و شام است
جهان در گردش از بهر دوام است

ز سودای قضا ناچار گردد
کسی کو با قضا همکار گردد

(۱۰۳۲)

چنان سایهٔ آفتاب سیمان گرد
بیابان وری پیش من در آمد
بجای وی اصل و از خاکدان ورا
تو ای ترکان سنگ آخر کجائی

(۱۰۳۳)

تراشش از شیشه خود و جاده پیش
بیاده و بیکران رفتن عذاب است
سر از دست تو کار نادیده
سن سیم آگر باشد ثواب است

(۱۰۴)

غزل را بهر رو دل در نیاز زد
بیاد آن بت شوخ و شنگ دلنواز زد
نه پنداری که در بن آب سیماب است
که این دریا بساحل در نیاز زد

(۱۰۵)

بیا ساقی بخط نسخ بنویس
پیام از روی شوخ نستعلیق
تراشی داد خوشخط شکسته
که از نون شد بنای آفرینش

(۱۰۴)

میان آب و گل خلوت گزیدیم
ز افلاطون و فارابی بریدیم
بکوه و دشت و دریا خیمه زدیم
جهان را از نو آباد کردیم

(۱۰۵)

ز آغاز خودی در حلقه شام و سحر نیست
خودی در حلقه شام و سحر نیست
بخضر اسرار نکته با در نیست
که بحر از موج خود واقف بر نیست

(۱۰۸)

دلا از فرحیات شاد غنچه دریاب
حقیقت از مجازش بی حجاب است
زنقاب سیه گر می رود بیرون
نگاهش شعله آفتاب است

(۱۰۹)

ایاغ او مینا بزم ما فروغ است
گل از صهبای او رخسار باغ است
شب ما کس و جهان را چراغ است
دل از داغ او چراغ است

(۱۱۰)

زخاک پای تو مستان نخفته برنخیزد
ز مهر آب بچشم او بخفته فرو نشست
نمودی از بخودی آمد پدیدار
بجان یافت فراخی جهان تنگ

(۱۱۱)

بجهان کز غم تو بدار و رسن تنگ
بجهان کز غم تو بدار و رسن تنگ
ز زاهد خشک علم ز زنده بیخبر
ز خشک ابر و دل و دین نیاید

(۱۱۲)

دلِ من رازِ روانِ جمله جان است
نه پنداری اجل بر من گران است
چو چشمِ نرگسِ بیمار جانان
بنوزد اندر و خصمِ چشمِ جان است

(۱۱۳)

گل سوسنِ چمن در شکل بست
زبانِ بلبل طلسمِ محفل بست
زبانِ بلبل و گویا نگردد
دلِ وسعتِ جا کشش دلِ بست

(١١٤)

مزاج لاله خودروشناسم
بشاخ اندر گلاں را بوشناسم
ازاں دارو مراغ چین و ست
مقام نغمهای او شناسم

(١١٥)

بجاں یابد نغمزار آرزوئے
بهر موزد شرار آرزوئے
بخیزد هر نفس بوئے بلوبا ش
ز خاک آرزوگار آرزوئے

(۱۱۳)

دلِ من بے قرارِ آرزوئے
درونِ سینۂ من ہائے و ہوئے
سخن اے خشمگیں از من بپرہیز
کہ من با خویش دارم گفتگوئے

(۱۱۴)

دوامِ ما ز سوزِ نا تمام است
پیامِ ما پیامِ نیستی ہا
بجز ساحل کہ در آغوشش ساحل
تپیدن ہا تپیدن ہا تپیدن

(۱۱۸)

ز رنج از بهر من بسیار و اعظم شد
ز زیبا سجده پیش بتان است
خدائے ما که خود صورتگری کرد
بتے را سجده از فرسنگ است

(۱۱۹)

بچشمم سوسنان بودند و بستند
چنان از فرقت تو زار گریند
بیندزار و من نقش تو بینم

(۱۳۰)

بنهال ما رویید از تشنگی گل من
بیا که بی تو گرفتست راه منزل من
غلط کردی ره منزل نبود
شد صبح و شمع دل من

(۱۳۱)

ز اران سال ما فظ نشستم
با و پیوستم و از خود
ولیکن سر نبشتم این و آن
تر ا شستم ز پیشانی

(۱۲۲)

بیا ساقی چاره کار این شعله تیز است
که در هر قطره اش صد بحر آتش ریزان است
نه در جسم و جگر جان ناشکیبا
همه در خرمن دل در تپش و در تاب است

(۱۲۳)

درون من چه کوه افگار این حیست
بدین من همه سر تا بپا این حیست
بفرمای ای حکیم نکته پرداز
بدن آسوده جان بیقرار این حیست

(۱۲۴)

بجنون نازم کسانی که بینازم
تو پیچ سوزم کسانی که بسازم
تو را از نغمه در آتش نشانم
سخن در نظم آتش نغمه سازم

(۱۲۵)

اگر آگاهی از کیف و کمیتش
بیا تعمیر کن از بیت بیتش
دلا در لانه ی قمری مپیچ
شب تعطیل را با نغمه ریزیم

(۱۲۶)

پیچ و خم داری ای حیات دل آزار نیست
کز دل ما در حساب لقمهٔ بیرون و هضم نیست
منزل ما کم ز نظم آمدن و رفتن است
گرد سر ما ز راه بر دل ما خرم نیست

(۱۲۷)

تو ای دل تا نشینی در سخن ریزم
ز بیتابی نمی‌گنجد شکایت‌ها که من دارم
درون سینه‌ام از بی‌تابی‌ها بیش از زمین گنجد
من از وسعت تو در آسمان و هم نمی‌گنجم

(١٢٨)

زمین کو صوفیان صاحب نظر را
خدا جویان معنی آشنا را
غلام همت آن خود بینم
که از نور خودی بیند خدا را

(١٢٩)

بیا تا این چمن را دیده بگذار
بیا تا این سخن را شنیده بگذار
بیا تا دیده روشن بدارد
ز آفاق دیده دل را بدوزد
خرد بیدار و دل خوابیده بگذار

(۱۳۰)

مرا آشفته‌ی صنعی بصورت‌خانه‌ی چین کرد
بگرد خود خدا را نقش بستم
مرا از خود بیرون رفتن محال است
بهر سو بنگرم خود را ببینم

(۱۳۱)

پیمبر غنچه را لب‌بسته می‌گفت
نگاه ما چنین زاران رسا نیست
دران اینا که صد فریاد دارد
تپیدن بالا بست ما نیست

(۱۳۴)

زمین را راز دانِ آسمان کرد
مکان را راستِ راهِ رمز لامکان کرد
پیِ هر ذرّه سوئے منزلِ دوست
نشانِ راه از زیر و زبر دوست

(۱۳۵)

زمین و آسمان غیر از تو نیست
نشانِ بے نشان غیر از تو نیست
قدم بر بیکرانه در ره نیست
بجز بیتابیِ جانها غم از تو نیست

(۱۳۴)

زمین خاک بر سر همی ریخت ما
فلک یک گروه پیش پیش ما
حدیث سوز و ساز ما در از است
جهان ال بیت و بیت افسانه

(۱۳۵)

سکندر رفت و شیر و علم رفت
خراج شش هزار کان و یم رفت
ز شهر و از نشیمان پایه گیران
نمی بینی که ایران ماند و جم رفت

(۱۳۶)

ربودی دل ز خاک سرزمین
بغارت برده رنگ سرزمین
متاع آرزو بگرفته از کف
سپهری با عنان سرزمین

(۱۳۷)

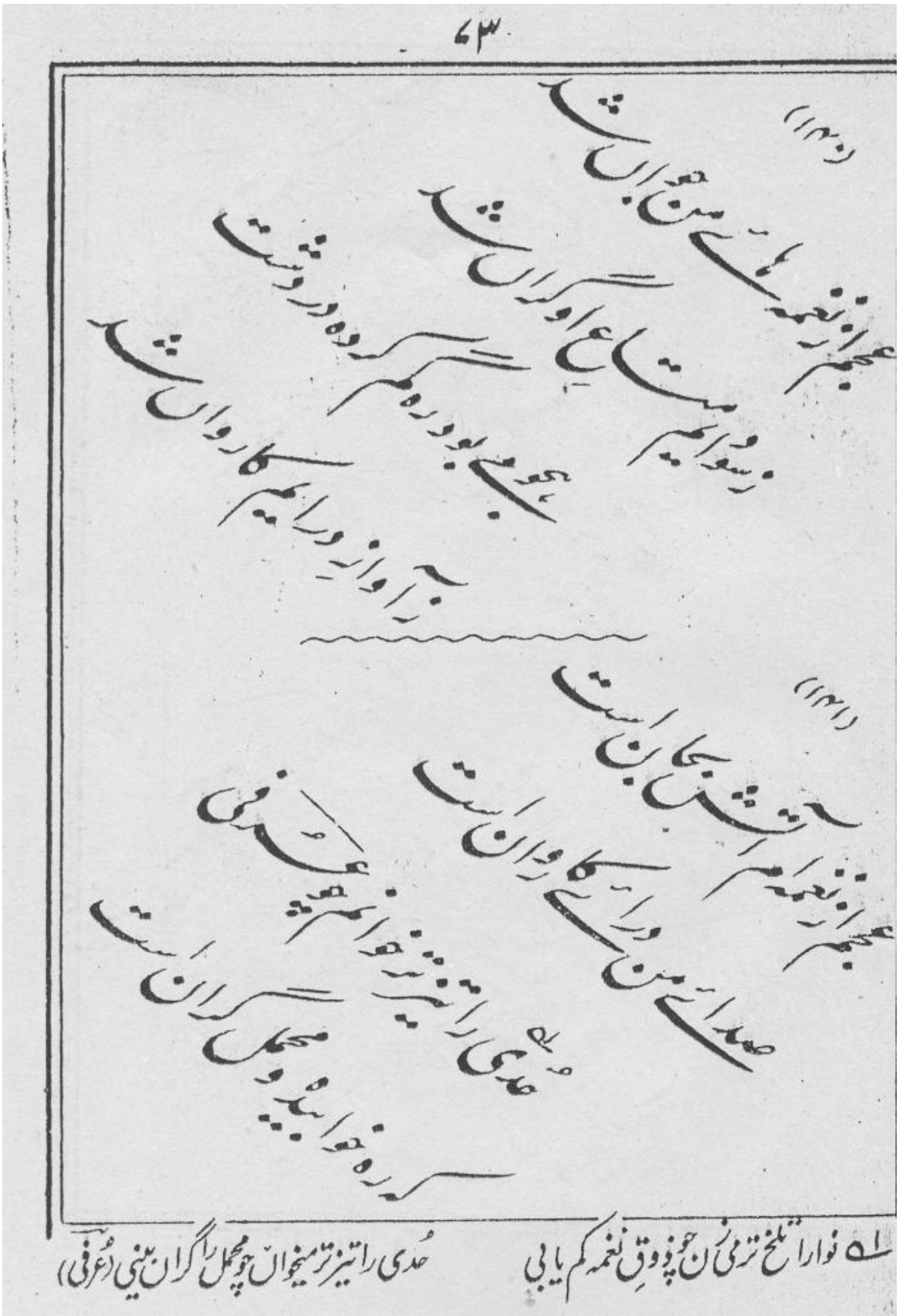
زمین و آسمان جان بر لب آمد
ز بیم آن جهان تابان بلرزید
ز تو رنگی که دل از رنگ ها برد
ز خاک آباد تو آواز برخاست

(۱۳۸)

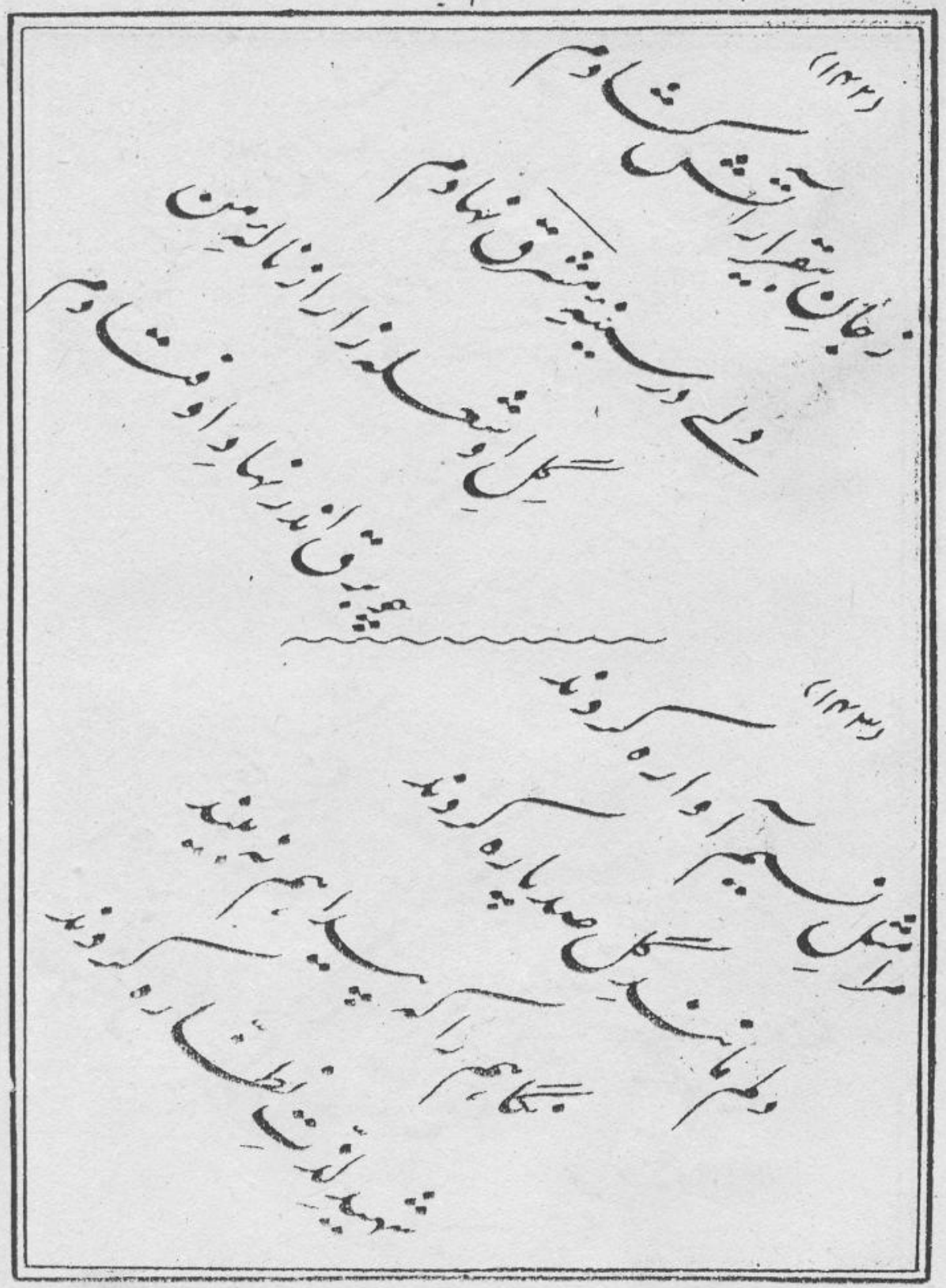
هزار نرگس و سنبل ز باغ می‌روید
ولی دو نرگس فتان ز باغ می‌روید
هزار سرو و صنوبر ز باغ می‌روید
ولی چو قامت جانان کجا چنین سروی
گل از هزار گلستان ز باغ می‌روید
ولی چو روی تو خوبان کجا چنین گلی

(۱۳۹)

نوا ز نی نه ز حلق و لب من
شرار از آتش و تاب من
دل از زخم و جگر از داغ من
خدا را عیب بر دل و دین من



۵۱ نوا را تلخ‌تر می‌زن چو ذوقِ نغمه کم یابی — حُدی را تیزتر می‌خوان چو محمل را گران بینی (عُرفی)



(۱۴۴)

رگ مسلمانی در سینهٔ من پیچیده است
زخمتیغ ابتلا بر پیکر تکبیر من
هنوز از بخیهٔ زنار می‌خندد
بجان دارد از آن نگاه من تیری که

(۱۴۵)

زخمتیغ آرزو بر پیکر من
بهر از زخم بیکان سپر
بترس از ناخنان سای ناز
گریبان چاک بهار آورده من

(۱۲۶)

خیالم کو کمل از فردوس چیند
بیاض مضمون عرب آفرینند
دلم در سینه می لرزد چو بیمے
کہ بوئے پیرہن یوسف نہ بینند

(۱۲۷)

عجب جرئیست نامیدا نہ کارے
کہ در دشت کویر اساس نہ کارے
ولیکن من ندارم آنچنانی خویش
بدریا ہائے کہ موجش بیکنارے

(۱۲۸)

نکوکار جهان را دست گیر است
بهر آن کار ایزد پایه دار است
بهر امری که می‌کوشد برآرد
بهر کاری که می‌سازد بکار است
بهنر از نامور فرخنده‌روزگار است

(۱۲۹)

رسیدی از خداوندان فرخ
ولی بر کوه کمتر بیشه باشی
بهر لالی چنان عالی درختی
نباشد جز بدامان صدفی

(۱۵۰)

بسے فانی زندگانی جاں تا
بپیچم مورِ آسا دیں خاں تا
بپرواز آورم شاہینِ ہمت را
بیالا شش دانہ از خاشاک تا

(۱۵۱)

میان لالہ و گل آشیاں کیم
زنم نغمہ خواں در نفس نفس کیم
اگر از نالۂ تو ایں شود پیدا
نصیب از سینۂ بلبل بجاں کیم

(۱۵۲)

بجانِ من کہ جانِ من نفس تنگ آمدہ است
بہوائے جلوہ ایں گل راہ دورو کردہ

ہزاراں شیشہ و ارد جان بیتاب
بسنگ آید چو شیشہ ہر کہ او ناموس را دارد

(۱۵۳)

بگو شبنم مدار از خاک ما ننگ
کہ در زیر زمیں ہم ہمرہی ہا نیست

نفس دارد دو بیں جانِ خبردار
کہ بیمِ راہزن در کاروانہا نیست

۱؎ گل دورو۔ ایک قسم کا پھول جو اندر سے سرخ اور باہر سے زرد ہوتا ہے۔

(۱۵۴)

مرا زدون سخن خون در جگر کرد
غبار راه را آشوب سر کرد
بگفتار محبت کشتم و دم
بیان این راز را پیشه دگر کرد

(۱۵۵)

کمین از جنس عقل و فن دگر کرد
دل خود کام را از عشق خون کرد
زهی بال فلک پیمای همت
که بیم بگمه دان ما خون کرد

افکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افکار

گلِ نخستین

هنوز هم نفسے در چمن نمی بینم
بهار می رسد و من گلِ نخستینم

به آبجو نگرم خویش را نظاره کنم
بایں بهانه مگر روئے نگرے ببینم

بخامه که خطِ زندگی رقم زده است
نوشته اند پیامے به برگِ رنگینم

دلم به دوش و نگاهم به عبرتِ امروز
شهیدِ جلوهٔ فردا و تازه آئینم

ز تیره خاک دمیدم قبائے گل بستم
وگرنه اخترِ وامانده زیر و بینم

دعا

اے کہ از خُمخانۂ فطرت بجامم ریختی
زآتشِ صہبائے من بگداز مینائے مرا

عشق را سرمایہ ساز از گرمیٔ فریادِ من
شعلۂ بیباک گرداں خاکِ سینائے مرا

چوں بمیرم از غبارِ من چراغِ لالہ ساز
تازہ کن داغِ مرا سوزاں بصحرائے مرا

ہلالِ عید

نتواں ز چشمِ شوق رمید اے ہلالِ عید
از صد نگہ براہِ تو دامے نہادہ اند

بر خود نظر کشا ز تہی دامنی مرنج
در سینۂ تو ماہ تمامے نہادہ اند

تسخیرِ فطرت

(۱) میلادِ آدم

نعره زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

خبرے رفت ز گردوں بہ بستانِ ازل
حذرا اے پردگیاں پردہ دریے پیدا شد

آرزو بیخبر از خویش بآغوشِ حیات
چشم وا کرد و جہانِ دگرے پیدا شد

فطرت آشفت کہ از خاکِ جہانِ مجبور
خودگرے، خودشکنے، خودنگرے پیدا شد

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر
تا ازیں گنبدِ دیرینہ دریے پیدا شد

(۲) انکارِ ابلیس

نورِ مَی نادان نیم، سجدہ بآدم برم!
او بہ نہاد است خاک، من بہ نژاد آذرم!

می تپد از سوزِ من، خونِ رگِ کائنات
من بہ دو صرصرم، من بہ غو تندرم!

رابطۂ سالمات، ضابطۂ اُمّہات — سوزم و سازے دہم، آتشِ مینا گرم
ساختۂ خویش را، در شکنم ریز ریز — تازہ غبارِ کہن، پیکرِ نو آورم
از زدِ من موجۂ چرخِ سکوں ناپذیر (۱) — نقش گرِ روزگار، تاب و تبِ جوہرم
پیکرِ انجمِ تو، گردشِ انجم ز من — جاں بجہاں اندرم، زندگیِ مضمرم
تو بہ بدن جاں دہی، شور بجاں من دہم — تو بہ سکوں رہ زنی، من بہ تپش رہبرم
من ز تنک مائگاں گدیہ نکردم سجود — قاہرِ بے دو زخم، داورِ بے محشرم

آدمِ خاکی نہاد، دوں نظر و کم سواد
زاد در آغوشِ تو پیر شود در برم

(۳) اغوائے آدم

زندگیِ سوز و ساز، بہ ز سکونِ دوام — فاختہ شاہیں شود، از تپشِ پیر دام
ہیچ نیاید ز تو غیرِ سجودِ نیاز — خیز چو سروِ بلند، اے بعمل نرم گام
کوثر و تسنیم برد، از تو نشاطِ عمل — گیر ز مینائے تاک بادۂ آئینہ فام

زشت و نکو زادهٔ وہم خداوند تست — لذّتِ کردار گیر، گام بنہ جوئے کام

خیز کہ بنمایمت مملکتِ تازہ — چشمِ جہاں بیں کشا، بہرِ تماشا خرام

قطرهٔ بے مایہ، گوہرِ تابندہ شو — از سرِ گردوں بیفت، گیر بدریا مقام

تیغِ درخشندهٔ، جانِ جہانے گسل — جوہرِ خود را نما، آئے بروں از نیام

بازوئے شاہیں کشا، خونِ تذروان بریز — مرگ بود باز را، زیستن اندر کُنام

تو نہ شناسی ہنوز شوق بمیرد ز وصل

چیست حیاتِ دوام؟ سوختنِ ناتمام

(۴)- آدم از بہشت بیروں آمدہ میگوید

چہ خوش است زندگی را ہمہ سوز و ساز کردن

دلِ کوہ و دشت و صحرا بہ دمے گداز کردن

ز قفس درے کشادن بہ فضائے گلستانے

رہِ آسماں نوردن بہ ستارہ راز کردن

بگداز ہائے پنہاں، بہ نیاز ہائے پیدا
نظرے ادا شناسے بحریم ناز کردن
گہے جز یکی ندیدن بہ ہجومِ لالہ زارے
گہے خارِ نیش زن را ز گُل امتیاز کردن
ہمہ سوزِ ناتمامم، ہمہ دردِ آرزویم
بگماں دہم یقیں را کہ شہیدِ جستجویم

(۵)- صبحِ قیامت

(آدم در حضورِ باری)

اے کہ ز خورشیدِ تو کوکبِ جاں مستنیر (۱) از دلم افروختی شمعِ جہانِ ضریر
ریخت ہنرہائے من بحر یک نائے آب تیشۂ من آورد از جگرِ خارہ شیر
زُہرہ گرفتارِ من، ماہ پرستارِ من عقلِ کلاں کارِ من بہرِ جہاں دار و گیر
من بہ زمیں در شدم من بفلک بر شدم بستۂ جادوئے من ذرّہ و مہرِ منیر

(۱) ضریر - نابینا

گرچہ فسونش مرا برد ز راہِ صواب — از غلطم درگذر عذرِ گناهم پذیر
رام نگردد جہان تا نہ فسونش خوریم — جز بکمندِ نیاز ناز نہ گردد اسیر
تا شود از آہِ گرم این بتِ سنگیں گداز — بستنِ زنّارِ او بود مرا ناگزیر

عقل بدام آورد فطرتِ چالاک را
اہرمنِ شعلہ زاد سجدہ کند خاک را

بوئے گل

حوریے بکنجِ گلشنِ جنّت تپید و گفت — مارا کسے ز آنسوئے گردوں خبر نداد
ناید بفہمِ من سحر و شام روز و شب — عقلم ربود این کہ بگویند مرد و زاد
گردید موجِ نکہت و از شاخِ گل دمید — پا اینچنین بعالمِ فردا و دی نہاد
دا کرد چشم و غنچہ شد و خندہ زد دمے — گل گشت و برگ برگ شد و بر زمین فتاد

زندانیئے کہ بندِ زپائش گشادہ اند
آہے گذاشتہ است کہ بونام دادہ اند

نوائے وقت

خورشید بہ دامانم، انجم بہ گریبانم
در من نگری ہیچم، در خود نگری جانم
در شہر و بیابانم در کاخ و شبستانم
من در دم و درمانم، من عیشِ فراوانم
من تیغِ جہاں سوزم، من چشمۂ حیوانم

چنگیزی و تیموری، مشتے زغبارِ من
ہنگامۂ افرنگی، یک جستہ شرارِ من
انسان و جہانِ او، از نقش و نگارِ من
خونِ جگرِ مرداں، سامانِ بہارِ من
من آتشِ سوزانم، من روضۂ رضوانم

آسودہ و سیّارم، ایں طرفہ تماشایں
در بادۂ امروزم، کیفیتِ فرداییں

پنہاں بہ ضمیرِ من، صد عالمِ رعنا بیں — صد کوکبِ غلطاں بیں، صد گنبدِ خضرا بیں

من کسوتِ انسانم، پیراہنِ یزدانم

تقدیر فسونِ من، تدبیر فسونِ تو — تو عاشقِ لیلائے، من دشتِ جنونِ تو

چوں روحِ رواں پاکم، از چند و چگونِ تو — تو رازِ درونِ من، من رازِ درونِ تو

از جانِ تو پیدایم، در جانِ تو پنہانم

من رہرو و تو منزل، من مزرع و تو حاصل — تو سازِ صد آہنگے، تو گرمیِ ایں محفل

آوارۂ آب و گِل! دریاب مقامِ دل — گنجیدہ بہ جامے بیں ایں قلزمِ بے ساحل

از موجِ بلندِ تو سر بر زدہ طوفانم

فصلِ بہار

(۱)

خیز کہ در کوہ و دشت، خیمہ زد ابرِ بہار

مستِ ترنّم ہزار

طوطی و دراج و سار

بر طرفِ جوئبار

کشتِ گُل و لالہ زار

چشمِ تماشا بیار

خیز کہ در کوہ و دشت، خیمہ زد ابرِ بہار

(۲)

خیز کہ در باغ و راغ، قافلۂ گُل رسید

بادِ بہاراں وزید
مرغ نوا آفرید
لالہ گریباں درید
حسن گُلِ تازہ چید
عشق غمِ نَو خرید
خیز کہ در باغ و راغ، قافلۂ گُل رسید

(۳)

بُلبُلگاں در صفیر، صُلصُلگاں در خروش
خونِ چمن گرم جوش
اے کہ نشینی خموش
در شکن آئینِ ہوش
بادۂ معنی بنوش

نغمہ سرا، گُل بپوش
بُلبُلگاں در صفیر، صُلصُلگاں در خروش

(۴)

حُجرہ نشینی گذار، گوشۂ صحرا گزیں
بر لبِ جوئے نشیں
آبِ رواں را ببیں
نرگسِ نازا فریں
لختِ دلِ فرودیں
بوسہ زنش بر جبیں
حُجرہ نشینی گذار، گوشۂ صحرا گزیں

(۵)

رہ معنی کشا، اے زعیاں بخبیر

لالہ کمر در کمر
نیمۂ آتش بہ بر
می چکدش بر جگر
شبنم اشکِ سحر
در شفق انجم نگر
دیدۂ معنی کشا، اے زعیاں بخبر

(۶)

خاکِ چمن وانمود، رازِ دلِ کائنات
بود و نبودِ صفات
جلوہ گریہائے ذات
آنچہ تو دانی حیات
آنچہ تو خوانی ممات

ہیچ ندارد ثبات
خاکِ چمن وانمود، رازِ دلِ کائنات

حیاتِ جاوید

گماں مبر کہ بپایاں رسید کارِ مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

چمن خوش است ولیکن چو غنچہ نتواں زیست
قبائے زندگیش از دمِ صبا چاک است

اگر ز رمزِ حیات آگہی مجوے و مگیر
دلے کہ از خلشِ خارِ آرزو پاک است

بخود خزیدہ و محکم چو کوہساراں زی
چو خس مزی کہ ہوا تیز و شعلہ بیباک است

افکارِ انجم

(۱)

شنیدم کوکبے با کوکبے گفت — کہ در بحریم و پیدا ساحلے نیست
سفر اندر سرشتِ ما نہادند — ولے ایں کارواں را منزلے نیست

(۲)

اگر انجم ہمانستے کہ بود است — ازیں دیرینہ تابہا، چہ سود است
گرفتارِ کمندِ روزگاریم — خوشا آنکس کہ محرومِ وجود است

(۳)

کسے ایں بارِ گراں را بر نتابد — زبودِ ما نبودِ جاوداں بہ
فضائے نیلگونم خوش نیاید — ز اوجِ پستیٔ آں خاکداں بہ

(۴)

خنک انساں کہ جانش بیقرار است
سوارِ راہوارِ روزگار است

قبائے زندگی بر قامتش راست
کہ او نو آفرین و تازہ کار است

زندگی

شبے زار نالید ابرِ بہار
کہ ایں زندگی گریۂ پیہم است

درخشید برقِ سبک سیر و گفت
خطا کردہ، خندۂ یکدم است

ندانم بہ گلشن کہ بر داد خبر
سخنہا میانِ گل و شبنم است

محاورہ علم و عشق

علم

نگاہم راز دارِ ہفت و چار است — گرفتارِ کمندم روزگار است

جہاں بینم بایں سو باز کردند (۱) — مرا با آنسوئے گردوں چہ کار است

چکد صد نغمہ از سازے کہ دارم

بہ بازار افگنم رازے کہ دارم

عشق

ز افسونِ تو دریا شعلہ زار است — ہوا آتش گذار و زہر دار است

چو با من یار بودی، نور بودی — بریدی از من و نورِ تو نار است

بخلوت خانۂ لاہوت زادی

(۲) — ولیکن در نخِ شیطاں فتادی

(۱) جہاں بیں بہ چشم۔ (۲) نخ:- ریسمان

بیا این خاکدان را گلستان ساز — جهانِ پیر را دیگر جوان ساز
بیا یک ذرّه از دردِ دلم گیر — تنِ گردون بهشتِ جاوداں ساز

ز روزِ آفرینش همدم استیم
همان یک نغمه را زیر و بم استیم

شبنم

گفتند فرود آئے ز اوجِ مه و پرویز
بر خود بزن و با بحرِ پر آشوب بیامیز
با موج در آویز
نقشِ دگر انگیز
تا بنده گهر خیز

من عیشِ هم آغوشیِ دریا نه خریدم
آن بادهٔ که از خویش رباید نچشیدم
از خود نه رمیدم
ز آفاق بریدم
بر لاله چکیدم

لاله

آن شعله‌ام که صبحِ ازل در کنارِ عشق
پیش از نمودِ بلبل و پروانه می‌تپید

افزون ترم ز مهر و بهر ذرّه تن زنم
گردون شرارِ خویش ز تابِ من آفرید

در سینهٔ چمن چو نفس کردم آشیان
یک شاخِ نازک از تهِ خاکم چو نم کشید

سوزم ربود و گفت یکی در برم بایست
لیکن دلِ ستم زدهٔ من نیارمید

در تنگنائے شاخ بسے پیچ و تاب خورد
تا جوہرم بہ جلوہ گہِ رنگ و بو رسید

شبنم براہِ من گہرِ آبدار ریخت
خندید صبح و بادِ صبا گردِ من وزید

بلبل ز گل شنید کہ سوزم ربودہ اند
نالید و گفت جامۂ ہستی گراں خرید!

وا کردہ سینہ منّتِ خورشید می کشم
آیا بود کہ باز برانگیزد آتشم

حکمت و شعر

بوعلی اندر غبارِ ناقہ گم
دستِ رومی پردۂ محمل گرفت

ایں فروتر رفت و تا گوہر رسید
آں بگرداب بے چو خس منزل گرفت

حق اگر سوزے ندارد حکمت است
شعر میگردد چو سوز از دل گرفت

محاوره مابین خدا و انسان

خدا

جهان را ز یک آب و گل آفریدم — تو ایران و تاتار و زنگ آفریدی
من از خاک پولادِ ناب آفریدم — تو شمشیر و تیر و تفنگ آفریدی
تبر آفریدی نهالِ چمن را
قفس ساختی طائرِ نغمه زن را

انسان

تو شب آفریدی چراغ آفریدم — سفال آفریدی ایاغ آفریدم
بیابان و کوهسار و راغ آفریدی — خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم که از سنگ آئینه سازم
من آنم که از زهر نوشینه سازم

ساقی نامہ

(در نشاط باغ کشمیر نوشتہ شد)

خوشا روزگارے، خوشا نوبہارے
نجومِ پرن رُست از مرغزارے

زمیں از بہاراں چو بالِ تدروے
ز فوّارہ الماس بارد بہ آبشارے

نہ بیچید نگہ جز کہ در لالہ و گل
نہ غلطد ہوا جز کہ بر سبزہ زارے

لبِ جو خود آرائیِ غنچہ دیدی؟
چہ زیبا نگارے، چہ آئینہ دارے

چہ شیریں نوائے چہ دلکش صدائے
کہ می آید از خلوتِ شاخسارے

بہ تن جاں، بہ جاں آرزو زندہ گردد
ز آوائے سارے، ز بانگِ ہزارے

نواہائے مرغِ بلند آشیانے
در آمیختہ با نغمہ جوئبارے

تو گوئی کہ یزداں بہشتِ بریں را
نہاد است در دامنِ کوہسارے

کہ تا رحمتش آدمی زادگاں را
رہا سازد از محنتِ انتظارے

چہ خواہم دریں گلستاں گر نہ خواہم
شرابے، کتابے، ربابے، نگارے

سرت گردم اے ساقیِ ماہ سیما
بیار از نیاگانِ ما یادگارے

بہ ساغر فرو ریز آبے کہ جاں را
فروزد چو نورے، بسوزد چو نارے

شقایق بروید ز خاکِ نژندم
بہشتے فروچید بمشتِ غبارے

نہ بینی کہ از کاشغر تا بہ کاشاں
ہماں یک نوا بالد از ہر دیارے

ز چشمِ اُمم ریخت آں اشک نابے
کہ تاشید او گل دماند ز خارے

کشیری کہ با بندگی خو گرفتہ (۱)
بُتے می تراشد ز سنگِ مزارے

ضمیرش تہی از خیالِ بلندے
خودی ناشناسے ز خود شرمسارے

بریشم قبا خواجہ از محنتِ او
نصیبِ تنش جامۂ تار تارے

نہ در دیدۂ او فروغِ نگاہے
نہ در سینۂ او دلِ بیقرارے

ازاں مے فشاں قطرۂ بر کشیری
کہ خاکسترش آفریند شرارے

(۱) اہلِ خطہ کشمیر کو کشیر بھی کہتے ہیں۔

شاہین و ماہی

ماہی بچۂ شوخ بہ شاہین بچہ گفت — ایں سلسلۂ موج کہ بینی ہمہ دریاست

دارائے نہنگانِ خروشندہ تر از میغ — در سینۂ او دیدہ ہا ناویدہ بلاہاست

با سیلِ گراں سنگ و زمیں گیر و سبک خیز — با گوہرِ تابندہ و با لولوئے لالاست

بیروں نتواں رفت ز سیلِ ہمہ گیرش — بالائے سرِ ماست، تہِ پاست، ہمہ جاست

ہر لحظہ جوان است و رواں است و دوان است — از گردشِ ایام نہ افزوں شد و نے کاست

ماہی بچہ را سوزِ سخن چہرہ برافروخت — شاہین بچہ خندید و ز ساحل بہ ہوا خاست

زد بانگ کہ شاہینم و کارم بہ زمین نیست — صحراست کہ دریاست تہِ بال و پرِ ماست!

بگذر ز سرِ آب و بہ پہنائے ہوا ساز

ایں نکتہ نہ بیند مگر آں دیدہ کہ بیناست

اگر خواہی حیات اندر خطر زی

غزالے با غزالے دردِ دل گفت — ازیں پس در حرم گیرم کُنامے
بصحرا صید بنداں در کمین اند — بکامِ آہواں صبحے نہ شامے

اماں از فتنۂ صیّاد خواہم
ولے ز اندیشہ ہا آزاد خواہم

رفیقش گفت اے یارِ خرد مند — اگر خواہی حیات اندر خطر زی
دمادم خویشتن را بر فساں زن — ز تیغِ پاک گوہر تیز تر زی

خطر تاب و تواں را امتحان است
عیارِ ممکناتِ جسم و جان است

دنیائے عمل

ہست ایں میکدہ دعوتِ عام است اینجا
قسمتِ بادہ باندازۂ جام است اینجا

حرفِ آں راز کہ بیگانۂ صوت است ہنوز
از لبِ جام چکیدست و کلام است اینجا

نشہ از حال بگیرند و گذشتند ز قال
نکتۂ فلسفہ دُردِ تہِ جام است اینجا

ما دریں رہ نفسِ دہر بر انداختہ ایم
آفتابِ سحرِ او لبِ بام است اینجا

اے کہ تو پاسِ غلط کردۂ خود می داری
آنچہ پیشِ تو سکون است حرام است اینجا

ما که اندر طلب از خانه بروں تاختہ ایم
علم را جاں بدمیدیم و عمل ساختہ ایم

زندگی

پرسیدم از بلند نگاہے حیات چیست
گفتا مئے کہ تلخ ترِ او نکوتر است

گفتم کہ کرمک است و ز گِل سر بروں زند
گفتا کہ شعلہ زاد مثالِ سمندر است

گفتم کہ شر بفطرتِ خاکش نہادہ اند
گفتا کہ خیرِ او نشناسی ہمیں شر است

گفتم کہ شوقِ سیر نبردش بہ منزلے
گفتا کہ منزلش بہ ہمیں شوق مضمر است

گفتم کہ خاکی است و بخاکش ہمی دہند
گفتا چو دانہ خاک شگافد گُلِ تر است

حکائت

شنیدم که در پارس مردِ گزیں — ادا فہم، رمز آشنا، نکتہ بیں
بسے سختی از جانکنی دید و مُرد — بر آشفت و جاں شکوہ لبریز بُرد
بنالش در آمد بہ یزدانِ پاک — کہ دارم دلے از اجل چاک چاک
کمالے ندارد بایں یک فنی — نداند فنِ تازۂ جانکنی
برد جان نو ناپختہ در کارِ مرگ — جہاں نو شد و او ہماں کہنہ برگ
فرست ایں کہن ابلہ را در فرنگ — کہ گیرد فنِ کشتنِ بے درنگ
فرنگ آفریند ہزہا شگرف — برانگیزد از قطرۂ بحرِ ژرف
کشد گردِ اندیشہ پرکارِ مرگ — ہمہ حکمتِ او پرستارِ مرگ
رود چوں نہنگ آبدوزش بہ یم (۱) — ز طیّارۂ او ہوا خوردہ بم
نہ بینی کہ چشمِ جہاں بینِ ہور (۲) (۳) — ہمی گردد از غازِ او روز کور

(۱) بم - طمانچہ ٭ (۲) ہور - سورج ٭ (۳) غاز - گیس ٭

تفنگش بکشتن چنان تیز دست — که افشتهٔ مرگ را دم گسست

به طرزِ نوی برکشد جان ز تن — که خود را بخود زنده داند بدن

خورد گر ادب پیکِ مرگ از فرنگ

به تاراجِ جانها شود تیز چنگ

اَلْمُلْکُ لِلّٰہ

طارق چو بر کنارهٔ اُندلس سفینه سوخت — گفتند کارِ تو به نگاهِ خرد خطاست

دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم؟ — ترکِ سبب ز روئے شریعت کجا رواست

خندید و دستِ خویش به شمشیر بُرد و گفت

ہر ملک ملکِ ماست که ملکِ خدائے ماست

نامۂ عالمگیرؒ

بیکے از فرزندانش کہ دعائے مرگِ پدر میکرد

ندانی کہ یزدانِ دیرینہ بود — بسے دید و سنجید و بست و کشود

زما سینہ چاکانِ ایں تیرہ خاک — شنید است صد نالۂ دردناک

بسے ہمچو شبّیر در خون نشست — نہ یک نالہ از سینۂ او گسست

نہ از گریۂ پیرِ کنعاں تپید — نہ از دردِ ایّوب آہے کشید

مپندار آں کہنہ نخچیر گیر

بدامِ دعائے تو گردد اسیر

بہشت

کجا ایں روزگارے شیشہ بانے!
بہشت ایں گنبدِ گرداں ندارد

ندیدہ دردِ زنداں یوسفِ او
زلیخایش دلِ نالاں ندارد

خلیلِ او حریفِ آتشے نیست
کلیمش یک شررِ درجاں ندارد

بہ صرصر درنیفتد زورقِ او
خطر از لطمۂ طوفاں ندارد

یقیں را در کمیں بُوک و مگر نیست
وصال اندیشۂ ہجراں ندارد

کجا آں لذّتِ عقلِ غلط سیر
اگر منزل رہِ پیچاں ندارد

مزی اندر جہانے کور ذوقے
کہ یزداں دارد و شیطاں ندارد

کشمیر

رخت به کاشمر کشا کوه و تل و دمن نگر
سبزه جهان جهان ببین لاله چمن چمن نگر

بادِ بهار موج موج مرغِ بهار فوج فوج
صلصل و سار زوج زوج بر سرِ نارون نگر

تا نه فتد به زینتش چشمِ سپهرِ فتنه باز
بسته بچهرهٔ زمیں برقعِ نسترن نگر

لالهٔ خاک بر دمید موج با بجو تپید
خاک شرر شرر ببیں آب شکن شکن نگر

زخمه به تارِ ساز زن باده به ساتگیں بریز
قافلهٔ بهار را انجمن انجمن نگر

دختر کے برہمنے لالہ رخے سمن بَرے
چشم بروئے او کشا باز بخویشتن نگر

عشق

عقلے کہ جہاں سوز، یک جلوۂ بیباکش
از عشق بیاموز، آئینِ جہانتابی

عشق است کہ در جانت ہر کیفیت انگیزد
از تاب و تبِ رومی تا حیرتِ فارابی

ایں حرفِ نشاط آور می گویم و می رقصم
از عشق دل آساید، با ایں ہمہ بیتابی

ہر معنیٔ پیچیدہ در حرف نمی گنجد
یک لحظہ بدل در شو، شاید کہ تو دریابی

بندگی

دوش در میکدہ ترسا بچۂ بادہ فروش
گفت از من سخنے دار چو آویزہ بگوش

مشربِ بادہ گسارانِ کہن این دانست
کہ تو از میکدہ خیزی ہمہ مستی ہمہ ہوش

من نگویم کہ فرو بند لب از نکتۂ شوق
ادب از دست مدہ بادہ بیندازہ بنوش

گردِ راہیم ولے ذوقِ طلب جوہرِ ماست
بندگی با ہمہ جبروتِ خدائی مفروش

غلامی

آدم از بے بصری بندگیِ آدم کرد
گوہرے داشت ولے نذرِ قباد و جم کرد

یعنی از خوئے غلامی زسگاں خوارتر است
من ندیدم کہ سگے پیشِ سگے سر خم کرد

چیستانِ شمشیر

آں سخت کوش چیست کہ گیرد ز سنگ آب — محتاجِ خضر مثلِ سکندر نمی شود
مثلِ نگاہِ دیدۂ نمناک پاک رو — در جوئے آب دامنِ او تر نمی شود

مضمونِ او بہ مصرعۂ برجستۂ تمام
منّت پذیرِ مصرعِ دیگر نمی شود

جمہوریت

متاعِ معنیٔ بیگانہ از دوں فطرتاں جوئی؟ — ز موراں شوخیٔ طبعِ سلیمانے نمی آید
گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو — کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید

بہ مبلّغِ اسلام در فرنگستان

زمانہ باز برافروخت آتشِ نمرود — کہ آشکار شود جوہرِ مسلمانی

بیا کہ پردہ ز داغِ جگر برانداریم — کہ آفتاب جہانگیر شد ز عریانی

ہزار نکتہ زدی پیشِ دلبرانِ فرنگ — گداختی صنماں را بہ علمِ برہانی

خبر ز شہرِ سلیمیٰ بدہ حجازی را — شرارِ شوق فشاں در ضمیرِ تورانی

رہِ عراق و خراساں زن اے مقام شناس (۱) — بہ بزمِ عجمیاں تازہ کن غزل خوانی

بسے گذشت کہ در انتظارِ زخمہ ویست — چہ نغمہ ہا کہ نہ خوں شد بہ سازِ افغانی

حدیثِ عشق بہ اہلِ ہوس چہ میگوئی
بچشمِ مور بکش سرمۂ سلیمانی!

---

(۱) عراق و خراسان و مقام اصطلاحاتِ موسیقی ہیں۔

لسان العصر اکبر مرحوم

دریغا کہ رخت از جہاں بست اکبر
حیاتش بحق بود روشن دلیلے

سرِ ذروۂ طورِ معنی کلیمے
بہ بتخانۂ دورِ حاضر خلیلے

گہے گریۂ او چو ابرِ بہارے
گہے خندۂ او چو تیغِ اصیلے

نوائے سحرگاہِ او کارواں را
اذانے درائے پیامِ رحیلے

ز دولہا ربایندۂ دولت و عزّتے
بجانہا کشایندۂ سلسبیلے

دماغش ادب خوردۂ عشق و مستی
دلش پرورش دادۂ جبرئیلے

غنی کشمیری

غنی آں سخنگوئے بلبل صفیر — نوا سنجِ کشمیرِ مینو نظیر

چو اندر سرا بود، دربستہ داشت — چو رفت از سرا تختہ را وا گذاشت

یکے گفتش اے شاعرِ دل رسے — عجب دارد از کارِ تو ہر کسے

بپاسخ چہ خوش گفت مردِ فقیر — فقیرو باقلیمِ معنی امیر

زمن آنچہ دیدند یاراں رواست — دریں خانہ جز من متاعے کجاست

غنی تا نشیند بہ کاشانہ اش — متاعے گرانے ست در خانہ اش

چو آں محفل افروز در خانہ نیست
تہی تر ازیں ہیچ کاشانہ نیست

خطاب مصطفیٰ کمال پاشا ایدہ اللہ

(جولائی سنہ ۱۹۲۲ء)

اُمّتے بود کہ ما از اثرِ حکمتِ او — واقف از سرِّ نہا نخانۂ تقدیر شدیم
اصلِ ما یک شررِ باختہ رنگے بود ست — نظرے کرد کہ خورشیدِ جہانگیر شدیم
نکتۂ عشق فرو شُست ز دل پیرِ حرم — در جہاں خوار بانداز ۂ تقصیر شدیم
بادِ صحرا ست کہ با فطرتِ ما در سازد — از نفسہائے صبا غنچۂ و لگیر شدیم
آہ آں غلغلہ کز گنبدِ افلاک گذشت — نالہ گردید چو پابندِ بم و زیر شدیم
اے بسا صید کہ بے دام بفتراک زدیم — در بغل تیر و کماں کُشتۂ نخچیر شدیم

"ہر کجا راہ دہد اسپ براں تازکہ ما
بارہا مات دریں عرصہ بتدبیر شدیم" (نظیری)

طیّارہ

سرِ شاخِ گل طائرے یک سحر — ہمی گفت با طائرانِ دگر

"نَدانند بال آدمی زادہ را — زمیں گیر کردند ایں سادہ را"

بدو گفتم "اے مُرغکِ باوسنج — اگر حرفِ حق با تو گویم مرنج

ز طیارہ ما بال و پر ساختیم — سوئے آسماں رہگذر ساختیم

چہ طیارہ آں مرغِ گردوں سپر — پرِ او ز بالِ ملک تیز تر

بہ پروازِ شاہیں بہ نیرو عقاب — بچشمش ز لاہور تا فاریاب

بگردوں خروشندہ و تند جوش — میانِ نشیمن چو ماہی خموش

خرد ز آب و گِل جبرئیل آفرید — زمیں را بگردوں دلیل آفرید"

چو آں مرغِ زیرک کلامم شنید — مرا یک نظر آشنایانہ دید

پرش را بمنقار خارید و گفت — کہ من آنچہ گوئی ندارم شگفت

مگر اے نگاہِ تو برچون وچند　　اسیرِ طلسمِ تو پست و بلند

تو کارِ زمیں را نکو ساختی؟

کہ با آسماں نیز پرداختی؟　　(سعدیؒ)

عشق

آں حرفِ دل فروز کہ رازست و راز نیست

من فاش گویمت کہ شنید؟ از کجا شنید؟

دزدید ز آسمان و بہ گل گفت شبنمش

بلبل ز گل شنید و ز بلبل صبا شنید

تهذیب

انسان که رخ ز غازهٔ تهذیب برفروخت
خاکِ سیاهِ خویش چو آئینه وا نمود

پوشید پنجه را تهِ دستانهٔ حریر
افسونیِ قلم شد و تیغ از کمر کشود

این بوالهوس صنم کدهٔ صلح عام ساخت
رقصید گردِ او بنوا هائے چنگ و عود

دیدم چو چنگ پردهٔ ناموسِ او درید
جُز یَسفِکُ الدِّمَا و "خَصِیمٌ مُبِین" نبود

مئے باقی

(غزلیات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مئِ باقی

بہار تا بہ گلستاں کشید بزمِ سرود
نوائے بلبلِ شوریدہ چشمِ غنچہ کشود
گماں مبر کہ سرشتند در ازل گلِ ما
کہ ما ہنوز خیالیم در ضمیرِ وجود
بہ علم غرّہ مشو کارِ مے کشی دگر است
فقیہہِ شہر گریبان و آستیں آلود

بہار برگِ پراگندہ را بہم بربست
نگاہِ ماست کہ بر لالہ رنگ و آب افزود
نظر بخویش فرو بستہ را نشاں این است
دگر سخن نہ سراید ز غائب و موجود
شبے بہ میکدہ خوش گفت پیرِ زندہ دلے
بہر زمانہ خلیلؑ است و آتشِ نمرود
چہ نقشہا کہ نہ بستم بہ کارگاہِ حیات
چہ رفتنی کہ نہ رفت و چہ بودنی کہ نہ بود
بہ دیریاں سخنِ نرم گو کہ عشقِ غیور
بنائے بتکدہ افگند در دلِ محمودؒ!

حلقہ بستند سرِ تربتِ من نوحہ گراں
دلبراں، زہرہ وشاں، گلبدناں، سیم براں
در چمن قافلۂ لالہ و گل رخت کشود
از کجا آمدہ اند ایں ہمہ خونیں جگراں
اے کہ در مدرسہ جوئی ادب و دانش و ذوق
نخرد بادہ کس از کارگہِ شیشہ گراں
خرد افزود مرا درسِ حکیمانِ فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبتِ صاحب نظراں
برکش آں نغمہ کہ سرمایۂ آب و گلِ تست
اے ز خود رفتہ تہی شو ز نوائے دگراں
کس ندانست کہ من نیز بہائے دارم
آں متاعم کہ شود دست زدِ ہر بے بصراں

می تراشد فکرِ ما ہر دم خداوندے دگر
رستہ از یک بند تا افتاد در بندے دگر

بر سرِ بام آ نقاب از چہرہ بیباکانہ کش
نیست در کوئے تو چوں من آرزومندے دگر

بسکہ غیرت می برم از دیدۂ بینائے خویش
از نگہ بافم بہ رخسارِ تو رو بندے دگر (۱)

یک نگہ، یک خندۂ دزدیدہ، یک تابندہ اشک
بہرِ پیمانِ محبت نیست سوگندے دگر

عشق را نازم کہ از بیتابیِ روزِ فراق
جانِ ما را بست با دردِ تو پیوندے دگر

تا شوی بیباک تر در نالہ اے مرغِ بہار
آتشے گیر از حریمِ سینہ ام چندے دگر

(۱) دو بند - نقاب

چنگِ تیموری شکست آہنگِ تیموری بجاست
سر بروں می آرد از سازِ سمرقندے دگر

ره مده در کعبه اے پیرِ حرم اقبال را
ہر زماں در آستیں دارد خداوندے دگر

مرا ز دیدۂ بینا شکایتِ دگر است
کہ چون بجلوه در آئی حجابِ من نظر است
بہ نوریاں ز منِ پا بہ گِل پیامے گوے
حذر ز مشتِ غبارے کہ خویشتن نگر است
نوا زنیم و بہ بزمِ بہار می سوزیم
شرر بہ مشتِ پرِ ما ز نالۂ سحر است

مثالِ لالہ فتادم بگوشۂ چمنے
مرا ز تیرِ نگاہے نشانہ بر جگر است
بہ کیشِ زندہ دلاں زندگی جفا طلبی است
سفر بکعبہ نکردم کہ راہ بے خطر است
ہزار انجمن آراستند و برچیدند
دریں سرا چہ کہ روشن ز مشعلِ قمر است
ز خاکِ خویش بہ تعمیرِ آدمے برخیز
کہ فرصتِ تو بقدرِ تبسمِ شرر است
اگر نہ بوالہوسی با تو نکتۂ گویم
کہ عشق پختہ تر از نالہ ہائے بے اثر است

نوائے من بہ عجم آتشِ کہن افروخت
عرب ز نغمۂ شوقم ہنوز بے خبر است

بایں بہانہ دریں بزم محرمے جویم
غزل سرایم و پیغامِ آشنا گویم
بخلوتے کہ سخن می شود حجاب آنجا
حدیثِ دل بزبانِ نگاہ میگویم
پئے نظارۂ روئے تو می کنم پاکش
نگاہِ شوق بہ جوئے سرشک می شویم
چو غنچہ گرچہ بکارم گرہ زنند ولے
ز شوقِ جلوہ کہ آفتاب می رویم
چو موج سازِ وجودم ز سیلِ بے پرواست
گماں مبر کہ دریں بحر ساحلے جویم
میانۂ من و او ربطِ دیدہ و نظر است
کہ در نہایتِ دوری ہمیشہ با اویم

کشید نقشِ جهانے به پردهٔ چشم
ز دستِ شعبده بازے اسیرِ جادویم
درونِ گنبدِ دربسته اش نگنجیدم
من آسمانِ کهن را چو خارِ پهلویم
به آشیاں نه نشینم ز لذّتِ پرواز
گهے به شاخِ گلم گاه بر لبِ جویم

خیز و نقاب برکشا، پردگیانِ ساز را
نغمهٔ تازه یاد ده، مرغِ نواطراز را
جاده ز خونِ رهرواں تختهٔ لاله در بهار
نازِ که راه می زند قافلهٔ نیاز را؟

دیدۂ خوابناکِ او گر بہ چمن کشودہ

رخصتِ یک نظر بدہ، نرگسِ نیم باز را

"حرفِ نگفتۂ شما بر لبِ کودکاں رسید"

از منِ بے زباں بگو، خلوتیانِ راز را

سجدۂ تو بر آورد، از دلِ کافراں خروش

اے کہ دراز تر کنی، پیشِ کساں نماز را

گرچہ متاعِ عشق را، عقل بہائے کم نہد

من ندہم بہ تختِ جم، آہِ جگر گداز را

برہمنے بہ غزنوی گفت کہ امتم نگر

تو کہ صنم شکستۂ، بندہ شدی ایاز را

بملازمانِ سلطاں خبرے دہم ز رازے
کہ جہاں تواں گرفتن بنوائے دلگدازے

بمتاعِ خود چہ نازی کہ بہ شہرِ دردمنداں
دلِ غزنوی نیرزد بہ تبسّمِ ایازے

ہمہ ناز بے نیازی، ہمہ ساز بے نوائی
دلِ شاہ لرزہ گیرد ز گدائے بے نیازے

ز مقامِ من چہ پرسی بہ طلسمِ دل اسیرم
نہ نشیبِ من نشیبے نہ فرازِ من فرازے

رہِ عاقلی رہا کن کہ باو تواں رسیدن
بدلِ نیازمندے بہ نگاہِ پاکبازے

بہ رہِ تو ناتمامم، ز تغافلِ تو خامم
من و جانِ نیم سوزے، تو و چشمِ نیم بازے

رہِ دیرِ تختۂ گل زجبینِ سجدہ ریزم
کہ نیازِ من نگنجد بدو رکعتِ نمازے

زستیزِ آشنایاں چہ نیاز و ناز خیزد
دِ لگے بہانہ سوزے سنگے بہانہ سازے

بیا کہ ساقیِ گُل چہرہ دست بر چنگ است
چمن زبادِ بہاراں جوابِ ارژنگ است

حنا ز خونِ دلِ نوبہار می بندد
عروسِ لالہ چہ اندازہ تشنۂ رنگ است

نگاہ می رسد از نغمۂ دل افروزے
بمعنئی کہ برد جامۂ سخن تنگ است

بچشمِ عشق نگر تا سراغِ او گیری
جهان بچشمِ خرد سیمیا و نیرنگ است

ز عشق درسِ عمل گیر و هر چه خواهی کن
که عشق جوهرِ هوش است و جانِ فرهنگ است

بلند تر ز سپهر است منزلِ من و تو
براهِ قافله خورشید میلِ فرسنگ است

ز خود گذشتهٔ اے قطرهٔ محال اندیش
شدن به بحر و گهر بر نخاستن ننگ است

تو قدرِ خویش ندانی بهاز تو گیرد
وگرنه لعلِ درخشنده پارهٔ سنگ است

صورت نه پرستم من، بتخانه شکستم من
آن سیلِ سبک سیرم، هر بند گسستم من
در بود و نبودِ من، اندیشه گمانها داشت
از عشق هویدا شد، این نکته که هستم من
در دیر نیازِ من، در کعبه نمازِ من
زنّار بدوشم من، تسبیح بدستم من
سرمایهٔ دردِ تو، غارت نتوان کردن
اشکی که ز دل خیزد، در دیده شکستم من
فرزانه نگفتارم، دیوانه به کردارم
از بادهٔ شوقِ تو هشیارم و مستم من

هوائے فرودیں در گلستاں میخانہ می سازد
سبو از غنچہ می ریزد، ز گل پیمانہ می سازد
محبت چوں تمام افتد، رقابت از میاں خیزد
بہ طوفِ شعلۂ پروانہ با پروانہ می سازد
بہ سازِ زندگی سوزے، بہ سوزِ زندگی سازے
چہ بیدردانہ می سوزد چہ بیتابانہ می سازد
تنش از سایۂ بالِ تدروے لرزہ می گیرد
چو شاہیں زادۂ اندر قفس با دانہ می سازد
بگو اقبال را اے باغباں رخت از چمن بندد
کہ ایں جا دو نوا مارا ز گل بیگانہ می سازد

از ما بگو سلامے آں ترکِ تند خو را
کآتش زد از نگاہے یک شہرِ آرزو را

ایں نکتہ را شناسد آں دل کہ دردمند است
من گرچہ توبہ گفتم نشکستہ ام سبو را

اے بلبل از وفایش صد بار با تو گفتم
تو در کنار گیری باز ایں رمیدہ بو را

رمزِ حیات جوئی؟ جز در تپش نیابی
در قلزم آرمیدن ننگ است آبجو را

شادم کہ عاشقاں را سوزِ دوام دادی
درماں نیافریدی آزارِ جستجو را

گفتی مجو وصالم بالاتر از خیالم
عذرِ نو آفریدی اشکِ بہانہ جو را

از نالہ بر گلستاں آشوبِ محشر آور
تا دم بہ سینہ پیچد مگذار ہائے و ہو را

آشنا ہر خار را از قصّۂ ما ساختی
در بیابانِ جنوں بردی و رسوا ساختی
جرمِ ما از دانۂ تقصیرِ او از سجدہ
نے بآں بیچارہ می سازی نہ با ما ساختی
صد جہاں می روید از کشتِ خیالِ ما چو گل
یک جہان و آں ہم از خونِ تمنا ساختی
پرتوِ حسنِ تو می افتد بروں مانندِ رنگ
صورتِ مے پردہ از دیوارِ مینا ساختی

طرحِ نو افگن کہ ما جدّت پسند افتادہ ایم
ایں چہ حیرت خانۂ امروز و فردا ساختی

خوش آنکہ رختِ خرد را بہ شعلۂ مے سوخت
مثالِ لالہ متاعے ز آتشے اندوخت
تو ہم ز ساغرِ مے چہرہ را گلستاں کن
بہار، خرقہ فروشی بہ صوفیاں آموخت
دلم تپید ز محرومیِ فقیہِ حرم
کہ پیرِ میکدہ جامے بفتوئے نفروخت
مسنج قدرِ سرود از نوائے بے اثرم
ز برقِ نغمہ تواں حاصلِ سکندر سوخت

صبا بہ گلشنِ ویمر[1] سلامِ ما برساں
کہ چشمِ نکتہ وراں خاکِ آں دیار افروخت

بیار بادہ کہ گردوں بکامِ ما گردید
مثالِ غنچہ نواہا ز شاخسار دمید
خورم بیادِ تنک نوشیٔ امامِ حرم
کہ جز بہ صحبتِ یارانِ راز داں نچشید
فزوں قبیلۂ آں پختہ کار باد کہ گفت
چراغِ راہِ حیات است جلوۂ امید
نواز حوصلۂ دوستاں بلند تر است
غزل سرا شدم آنجا کہ ہیچکس نشنید

[1] جرمنی میں ایک شہر ہے جہاں گوئٹے نے اپنی زندگی کا بہت سا حصہ بسر کیا اور بعدِ انتقال وہیں دفن ہوا

عیارِ معرفتِ مشتری است جنسِ سخن
خوشم از آنکه متاعِ مرا کسے نخرید

ز شعرِ دلکشِ اقبال می توان دریافت
که درسِ فلسفه میداد و عاشقی ورزید

تیر و سنان و خنجر و شمشیرم آرزوست
با من میا که مسلکِ شبّیرم آرزوست
از بهرِ آشیانه خس اندوزیم نگر
باز ایں نگر که شعلهٔ در گیرم آرزوست
گفتند لب ببند و ز اسرارِ ما مگو
گفتم که خیبر! نعرهٔ تکبیرم آرزوست

گفتند هر چه در دلت آید ز ما بخواه
گفتم که بی حجابیِ تقدیرم آرزوست
از روزگارِ خویش ندانم جز این قدر
خوابم زیاد رفته و تعبیرم آرزوست

کو آن نگاهِ ناز که اوّل دلم ربود
عمرت دراز باد همان تیرم آرزوست

دانهٔ سبحه به زنّار کشیدن آموز
گر نگاهِ تو دوبین است ندیدن آموز
پا ز خلوت کدهٔ غنچه برون زن چو شمیم
با نسیمِ سحر آمیزه وزیدن آموز

آفریدند اگر شبنمِ بے مایہ ترا
خیز و بر داغِ دلِ لالہ چکیدن آموز

اگرت خارِ گلِ تازہ رسے ساختہ اند
پاسِ ناموسِ چمن دار و خلیدن آموز

باغبان گر ز خیابانِ تو بر کند ترا
صفتِ سبزہ دگر بارہ دمیدن آموز

تا تو سوزندہ تر و تلخ تر آئی بیروں
عزلتِ خم کدہ گیر و رسیدن آموز

تا کجا در تہِ بالِ دگراں می باشی
در ہوائے چمن آزادہ پریدن آموز

در تجنانہ زدم، مُغ بچگانم گفتند
آتشے در حرم افروز و تپیدن آموز

زخاکِ خویش طلب آتشے کہ پیدا نیست
تجلّیِ دگرے در خورِ تقاضا نیست

اگرچہ عقلِ فسوں پیشہ لشکرے انگیخت
تو دل گرفتہ نہ باشی کہ عشق تنہا نیست

تو رہ شناس نۂ، و زمقام بیخبری
چہ نغمہ ایست کہ در بربطِ سلیمے نیست

نظر بخویش چناں بستہ ام کہ جلوۂ دوست
جہاں گرفت و مرا فرصتِ تماشا نیست

بیا کہ غلغلہ در شہرِ دلبراں فگنیم
جنونِ زندہ دلاں ہرزہ گردِ صحرا نیست

زقید و صیدِ نہنگاں حکایتے آور
مگو کہ زورقِ ما روشناسِ دریا نیست

۱ رہ و مقام موسیقی کی اصطلاحیں ہیں

مریدِ ہمتِ آں رہروم کہ پا نگذاشت
بہ جادۂ کہ در و کوہ و دشت و دریا نیست
شریکِ حلقۂ رندانِ بادہ پیما باش
حذر ز بیعتِ پیرے کہ مردِ غوغا نیست

برہنہ حرف نہ گفتن کمالِ گویائی است
حدیثِ خلوتیاں جز بہ رمز و ایما نیست

موج را از سینۂ دریا گسستن می تواں
بحرِ بے پایاں بجوئے خویش بستن می تواں
از نوائے می تواں یک شہرِ دل درخوں نشاند
یک چمن گل از نسیمے سینہ خستن می تواں

می تواں جبریل را کنجشکِ دست آموز کرد
شہپرش با موئے آتش دیدہ بستن می تواں
اے سکندر! سلطنت نازک تر از جامِ جم است
یک جہاں آئینہ از سنگے شکستن می تواں
گر بخود محکم شوی سیلِ بلا انگیز چیست
مثلِ گوہر در دلِ دریا نشستن می تواں

من فقیرِ بے نیازم مشربم این است و بس
مومیائی خواستن نتواں، شکستن می تواں

صد نالۂ شبگیرے صد صبحِ بلا خیزے
صد آہِ شرر ریزے یک شعرِ دلآویزے

در عشق و ہوسناکی دانی کہ تفاوت چیست
آں تیشۂ فرہاد دے ایں حیلۂ پرویزے
با پردگیاں برگو کایں مشتِ غبارِ من
گر دیست نظربازے خاکیست نگہ خیزے
ہوشم برد اے مطرب مستم کند اے ساقی
گلبانگِ دل آویزے از مرغِ سحر خیزے
از خاکِ سمرقندے ترسم کہ دگر خیزد
آشوبِ ہلاکوئے ہنگامۂ چنگیزے

مطرب غزلے بیتے از مرشدِ رومؔ آور
تا غوطہ زند جانم در آتشِ تبریزے

باز بہ سرمہ تاب دہ چشمِ کرشمہ زائے را
ذوقِ جنوں دوچند کن شوقِ غزلسرائے را
نقشِ دگر طراز دہ آدمِ پختہ تر بیار
لعبتِ خاک ساختن می نہ سزد خدائے را
قصّۂ دل نگفتنی است دردِ جگر نہفتنی است
خلوتیاں! کجا برم لذّتِ ہائے ہائے را
آہِ درونہ تاب کو اشکِ جگر گداز کو
شیشہ بسنگ می زنم عقل گرہ کشائے را
بزم بہ باغ و راغ کش زخمہ بہ تارِ چنگ زن
بادہ بخور غزل سرائے، بند کشائے قبائے را
صبح دمید و کارواں کرد نماز و رخت بست
تو نشنیدۂ مگر زمزمۂ درائے را

نازِ شہاں نمی کشم زخمِ کرم نمی خورم
در نگرم اے ہوس فریبِ ہمتِ ایں گدائے را

فریبِ کشمکشِ عقل دیدنی دارد
کہ میرِ قافلہ و ذوقِ رہزنی دارد
نشانِ راہ ز عقلِ ہزار حیلہ مپرس
بیا کہ عشق کمالے ز یک فنی دارد
فرنگ گرچہ سخن با ستارہ می گوید
خدر کہ شیوۂ او رنگِ جوزنی دارد
ز مرگ و زیست چہ پرسی دریں رباطِ کہن
کہ زیست کاہشِ جاں مرگ جانکنی دارد

سرِ مزار شہیداں یکے عناں درکش
کہ بے زبانیٔ ما حرفِ گفتنی دارد
دگر بدشتِ عرب خیمہ زن کہ بزمِ عجم
مئے گذشتہ و جامِ شکستنی دارد

نہ شیخِ شہر نہ شاعر نہ خرقہ پوش اقبالؔ
فقیرِ راہ نشین است و دل غنی دارد

حسرتِ جلوۂ آں ماہِ تمامے دارم
دست بر سینہ نظر بر لبِ بامے دارم
حسن می گفت کہ شامے نہ پذیرد سحرم
عشق می گفت تب و تابِ دوامے دارم

نه بامروز اسیرم نه به فردا نه به دوش
نه نشیبے نه فرازے نه مقامے دارم
بادۂ رازم و پیمانه گسارے جویم
در خراباتِ مغاں گردشِ جامے دارم
بے نیازانه ز شوریده نوایم مگذر
مرغِ لاهوتم و از دوست پیامے دارم

پرده برگیرم و در پرده سخن میگویم
تیغ خونریزم و خود را به نیامے دارم

بشاخِ زندگیٔ مانمے ز تشنه لبی است
تلاشِ چشمهٔ حیوان دلیلِ کم طلبی است

حدیثِ دل بکہ گویم چہ راہ برگزیدم
کہ آہ بے اثر است و نگاہ بے ادبی است

غزل بزمزمہ خواں پردہ پست تر گرداں
ہنوز نالۂ مرغاں نوائے زیرِ لبی است

متاعِ قافلۂ ما حجاز یاں بردند
ولے زباں نکشائی کہ یارِ ما عربی است

نہالِ ترک ز برقِ فرنگ بار آورد
ظہورِ مصطفوی را بہانہ بولہبی است

منج معنیٔ من در عیارِ ہند و عجم
کہ اصلِ ایں گہر از گریہ ہائے نیم شبی است

بیا کہ من ز خمِ پیرِ روم آوردم
مئے سخن کہ جواں تر ز بادۂ عنبی است

فرقے نہ نہد عاشق در کعبہ و بتخانہ

ایں جلوتِ جانانہ، آں خلوتِ جانانہ

شادم کہ مزارِ من در کوئے حرم بستند

راہے ز مژہ کاوم از کعبہ بہ بتخانہ

از بزمِ جہاں خوشتر از حور و جناں خوشتر

یک ہمدمِ فرزانہ وز بادہ دو پیمانہ

ہر کس سخنے دارد، ہر کس سخنے دارد

در بزمِ تو می خیزد افسانہ ز افسانہ

ایں کیست کہ بر دلہا آوردہ شبیخونے؟

صد شہرِ تمنا را یغما زدہ ترکانہ

در دشتِ جنون من جبریل زبوں صیدے

یزداں بہ کمند آور اے ہمتِ مردانہ

اقبال به منبر زر رازے که نه باید گفت ناپخته بروں آمد از خلوتِ میخانه

بے تو از خوابِ عدم دیدہ کشودن نتواں
بے تو بودن نتواں با تو نبودن نتواں
در جہان است دلِ ما کہ جہاں در دلِ ماست
لب فرو بند کہ ایں عقدہ کشودن نتواں
دلِ یاراں ز نواہائے پریشانم سوخت
من ازاں نغمہ تپیدم کہ سرودن نتواں
اے صبا از تنک افشانیٔ شبنم چہ شود
تب و تاب از جگرِ لالہ ربودن نتواں

دل بحق بندو کشادے ز سلاطیں مطلب
کہ جبیں بر درِ ایں میکدہ سودن نتواں

ایں گنبدِ مینائی، ایں پستی و بالائی
درشد بدلِ عاشق، با ایں ہمہ پہنائی
اسرارِ ازل جوئی؟ بر خود نظرے واکن
یکتائی و بسیاری، پنہانی و پیدائی
اے جانِ گرفتارم دیدی کہ محبت چیست؟
در سینہ نیاسائی از دیدہ بروں آئی
برخیز کہ فرودیں افروخت چراغِ گل
برخیز و دمے بنشیں با لالۂ صحرائی

عشق است و هزار افسوں حسن است و هزار آئیں
نے من به شمار آیم نے تو به شمار آئی
صد ره به فلک برشد، صد ره به زمیں درشد
خاقانی و فغفوری، جمشیدی و دارائی
هم با خود و هم با او، هجراں که وصال است این؟
اے عقل چه میگوئی، اے عشق چه فرمائی

به یکے از صوفیه نوشته شد

هوسِ منزلِ لیلیٰ نه تو داری و نه من
جگرِ گرمیِ صحرا نه تو داری و نه من
من جواں ساقی و تو پیرِ کهن میکدهٔ
بزمِ ما تشنه و صهبا نه تو داری و نه من

دل و دین در گروِ زهره وشانِ عجمی !
آتشِ شوقِ سلیمیٰ نه تو داری و نه من
خرمنی بود که از ساحلِ دریا چیدیم
دانهٔ گوهرِ یکتا نه تو داری و نه من
دگر از یوسفِ گم گشته سخن نتوان گفت
تپشِ خونِ زلیخا نه تو داری و نه من
به که با نورِ چراغِ تہ داماں سازیم
طاقتِ جلوهٔ سینا نه تو داری و نه من

دلیلِ منزلِ شوقم بدامنم آویز
شدم ز آتشِ نابم بخاکِ خویش آمیز

عروسِ لالہ بروں آید از سراچۂ ناز
بیا کہ جانِ تو سوزم ز حرفِ شوق انگیز
بہر زمانہ بہ اسلوبِ تازہ می گویند
حکایتِ غمِ فرہاد و عشرتِ پرویز

اگرچہ زادۂ ہندم فروغِ چشمِ من است
ز خاکِ پاکِ بخارا و کابل و تبریز

در جہانِ دلِ ما دورِ قمر پیدا نیست
انقلابیست ولے شام و سحر پیدا نیست
وائے آں قافلہ کز دونیٔ ہمت میخواست
رہگذارے کہ در و ہیچ خطر پیدا نیست

بگذر از عقل و در آویز بموجِ یمِ عشق
که در آں جوئے تنک مایہ گہر پیدا نیست

آنچہ مقصودِ تگ و تازِ خیالِ من و تست
ہست در دیدہ و مانندِ نظر پیدا نیست

تب و تابِ بتکدۂ عجم زسد بسوز و گدازِ من
کہ بیک نگاہ محمدِ عربی گرفت حجازِ من
چہ کنم کہ عقلِ بہانہ جو گرہے بروئے گرہ زند
نظرے! کہ گردشِ چشمِ تو شکند طلسمِ مجازِ من
زسد فسوں گریِ خرد بہ تپیدنِ دلِ زندۂ
زکنشتِ فلسفیاں در ابجدِ یمِ سوز و گدازِ من

گریهٔ ما بے اثر نالهٔ ما نارسا است
حاصلِ این سوز و ساز یک دلِ خونین نوا است

در طلبش دل تپید دیر و حرم آفرید
ما بہ تمنّائے او، او بتماشائے ماست

پردگیاں بے حجاب، من بہ خودی در شدم
عشقِ غیورم نگر! میلِ تماشا کراست

مطربِ مے خانہ دوش نکتهٔ دلکش سرود
بادہ چشیدن خطاست بادہ کشیدن رواست

زندگیِ رہرواں در تگ و تاز است و بس
قافلهٔ موج را جادہ و منزل کجاست

شعلهٔ در گیر زد بر خس و خاشاکِ من
مرشدِ رومی کہ گفت "منزلِ ما کبریاست"

نقشِ فرنگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقشِ فرنگ

پیام

از من اے بادِ صبا گوئے بدانائے فرنگ
عقل تا بال کشود است گرفتار تر است
برق را این بہ جگر می زند آں رام کند
عشق از عقلِ فسوں پیشہ جگردار تر است

چشم جز رنگِ گل و لاله نه بیند ورنه
آنچه در پردهٔ رنگ است پدیدار تر است
عجب آن نیست که اعجازِ مسیحا داری
عجب این است که بیمارِ تو بیمار تر است
علم و حکمت اگرش خوئے سگی باز دهد
آدمی زادهٔ دانا ز دواں خوار تر است

خواجه را قیمتِ عیش است اگر مُزدِ غلام
بنده آزاد تر و خواجه گرفتار است

زندگی و عمل

در جواب نظم ہائنا موسوم بہ سوالات

ساحلِ افتادہ گفت — گرچہ بسے زیستم
ہیچ نہ معلوم شد — آہ کہ من چیستم
موجِ زخود رفتہ‌ئے — تیز خرامید و گفت
ہستم اگر میروم — گر نروم نیستم!

جمعیّت الاقوام

برفشد تا روشِ رزم دریں بزم کہن — دردمندانِ جہاں طرحِ نو انداختہ اند
من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند — بہر تقسیمِ قبور انجمنے ساختہ اند

(۱) گوئٹے کا ہموطن و ہمعصر شاعر تھا۔

شوپن هارونیتا

مرغے ز آشیانہ بسیرِ چمن پرید
خارے ز شاخِ گل بہ تنِ نازکش خلید
بدگفت فطرتِ چمنِ روزگار را
از دردِ خویش دہم ز غمِ دیگراں تپید
داغے ز خونِ بیگنہے لالہ را شمرد
اندر طلسمِ غنچہ فریبِ بہار دید
گفت اندریں سرا کہ بنایش فتادہ کج
صبحے کجا کہ چرخ در و شامہانہ چید
نالید تا بحوصلۂ آں نواطراز
خوں گشت نغمہ وزدو چشمش فرو چکید

سوزِ فغانِ او بدلِ ہدہدے گرفت
با نوکِ خویش خار ز اندامِ او کشید
گفتش کہ سودِ خویش ز جیبِ زیاں برآر
گل از شگافِ سینہ زرِ ناب آفرید

درماں ز درد ساز اگر خستہ تن شوی
خوگر بہ خار شو کہ سراپا چمن شوی

فلسفہ و سیاست

فلسفی را با سیاست داں بیک میزاں منہج
چشمِ آں خورشید کورے، دیدۂ ایں بے نمے
آں ترا شد قولِ حق را حجّتِ نا استوار
ویں ترا شد قولِ باطل را دلیلِ محکمے

صحبتِ رفتگاں

(در عالمِ بالا)

ٹالسٹائے

بارکشِ اہرمن شکریِ شہریار — از پئے نانِ جویں تیغِ ستم برکشید
زشت بہ چشمش نکوست مغز نداند ز پوست — مردکِ بیگانہ دوست سینۂ خویشاں درید
وارویٔ بیہوشی است تاجِ کلیسا وطن — جانِ خداداد را خواجہ بجامے خرید

کارل مارکس

رازدانِ جزو و کل از خویش نامحرم شداست
آدم از سرمایہ داری قاتلِ آدم شداست

ہیگل

جلوہ دہد باغ و راغ معنیٔ مستور را — عینِ حقیقت نگر حنظل و انگور را

فطرتِ اضداد خیز لذتِ پیکار داد　　خواجہ و مزدور را آمر و مامور را

ٹالسٹائے

عقلِ دوروآفریدِ فلسفۂ خودپرست!　　درسِ رضا می دہی بندۂ مزدور را؟

مزدک

دانۂ ایراں ز کشتِ زار و قیصر بردمید　　مرگِ نو می رقصد اندر قصرِ سلطان و امیر

مدتے در آتشِ نمرود می سوزد خلیل　　تا تہی گردد حریمش از خداوندانِ پیر

دورِ پرویزی گذشت اے کشتۂ پرویز خیز　　نعمتِ گم گشتۂ خود را ز خسرو باز گیر

کوہکن

نگارِ من کہ بسے سادہ و کم آمیز است
ستیزہ کیش و ستم کوش و فتنہ انگیز است

برونِ او ہمہ بزم و درونِ او ہمہ رزم
زبانِ او ز مسیح و دلش ز چنگیز است

گسست عقل و جنون رنگ بست و دیدہ گداخت
درآ بجلوہ کہ جانم ز شوق لبریز است
اگرچہ تیشۂ من کوہ را ز پا آورد
ہنوز گردشِ گردوں بکامِ پرویز است
ز خاک تا بہ فلک ہر چہ ہست رہ پیماست
قدم کشائے کہ رفتارِ کارواں تیز است

نیٹشا

از سستیِ عناصر انساں دلش تپید
فکرِ حکیم پیکرِ محکم تر آفرید
افگند در فرنگ صد آشوبِ تازہ
دیوانۂ بکارگہِ شیشہ گر رسید

حکیم آئن سٹائن

جلوۂ می خواست مانندِ کلیمِ ناصبور
تا ضمیرِ مستنیرِ او کشود اسرارِ نور
از فرازِ آسماں تا چشمِ آدم یک نفس
زود پروازے کہ پروازش نیاید در شعور
خلوتِ او در زغالِ تیرہ فام اندر مغاک
جلوتش سوزد درختے را چو خس بالائے طور
بے تغیّر در طلسمِ چون و چند و بیش و کم
برتر از پست و بلند و دیر و زود و نزد و دور
در نہادش تا رو شید و سوز و ساز و مرگ و زیست
اہرمن از سوزِ او و ز سازِ او جبریل و حور

من چہ گویم از مقامِ آں حکیمِ نکتہ سنج
کردہ زردشتے ز نسلِ (۱) موسےٰ و ہاروں ظہور

بائرن

مثالِ لالہ و گل شعلہ از زمیں روید
اگر بہ خاکِ گلستاں تراوَد از جامش
نبود در خورِ طبعش ہوائے سردِ فرنگ
تپید پیکِ محبت ز سوزِ پیغامش
خیالِ او چہ پریخانۂ بنا کرد است
شباب عشق کند از جلوۂ لبِ بامش
گذاشت طائرِ معنی نشینِ خود را
کہ سازگار تر افتاد حلقۂ دامش

(۱) حکیم آئن سٹائن بنی اسرائیل سے ہے۔

نیٹشا[1]

گر نوا خواہی ز پیشِ او گریز — در نیِ کلکش غریو تندر است

نیشتر اندر دلِ مغرب فشرد — دستش از خونِ چلیپا[2] احمر است

آنکہ بر طرحِ حرم بتخانہ ساخت — قلبِ او مومن دماغش[3] کافر است

خویش را در نارِ آں نمرود سوز

زانکہ بستانِ خلیلؑ از آذر[4] است

---

[1] مشہور و معروف جرمن فلسفی۔ [2] نیٹشا نے نصرانیت پر ایسا زبردست حملہ کیا ہے کہ یہ مذہب اس حملہ سے بمشکل جانبر ہو سکے گا۔ نیٹشا کی تنقیدِ نصرانیت خالص اسلامی نکتۂ خیال سے ہے۔

[3] اس کا دماغ اس واسطے کافر ہے کہ وہ خدا کا منکر ہے گو بعض اخلاقی نتائج میں اُس کے افکار مذہبِ اسلام کے بہت قریب ہیں۔ قلب او مومن دماغش کافر است۔ نبی کریمؐ نے اس قسم کا جملہ اُمیہ ابن الصّلت (عرب شاعر) کی نسبت کہا تھا۔ آمنَ لسانہٗ و کفرَ قلبہٗ۔

[4] آذر بمعنی آتش۔

جلال و ہیگل

می کشودم شبے بناخنِ فکر — عقدہ ہائے حکیمِ المانی[۲]
آنکہ اندیشہ اش برہنہ نمود — ابدی را ز کسوتِ آنی
پیشِ عرضِ خیالِ او گیتی — خجل آمد ز تنگ دامانی
چوں بدریائے او فرو رفتم — کشتیِ عقل گشت طوفانی
خواب بر من دمید افسونے — چشم بستم ز باقی و فانی
نگہِ شوق تیز تر گردید — چہرہ بنمود پیرِ یزدانی
آفتابے کہ از تجلّیِ او — اُفقِ روم و شام نورانی
شعلہ اش در جہانِ تیرہ نہاد — بہ بیاباں چراغِ رہبانی
معنی از حرفِ او ہمی روید — صفتِ لالہ ہائے نعمانی
گفت با من، چہ خفتہ برخیز — بہ سرابے سفینہ می رانی؟

[۱] مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ۔ [۲] جرمن فلسفی ہیگل

"بہ خندۂ راہِ عشق می پوئی؟
بہ چراغ آفتاب می جوئی؟"

پٹوفی

شاعرِ جوانا مرگِ ہنگری کہ در معرکہ کارزار در حمایتِ وطن کشتہ شد
و نعشِ او نیافتند تا یادگارِ خاکی از و بماند

نفسے دریں گلستاں زعروسِ گل نمودی
بدلے غمے فزودی زدلے غمے ربودی
تو بخونِ خویش بستی کفنِ لالہ رانگارے
تو بآہِ صبحگاہے دلِ غنچہ را کشودی
بنوائے خود گم استی سخنِ تو مرقدِ تو
بہ زمیں نہ باز رفتی کہ تو از زمیں نہ بودی

محاورہ مابین حکیم فرنسوی اگسٹس کومٹ و مردِ مزدور

حکیم

بنی آدم اعضاے یکدیگر اند — ہماں نخل را شاخ و برگ و بر اند
دماغ از خرد زاست از فطرت است — اگر پا زمیں ساست از فطرت است
سے یکے کار فرما یکے کارساز — نیاید ز محسوس کارِ ایاز

نہ بینی کہ از قسمتِ کارِ زیست
سراپا چمن می شود خارِ زیست؟

مردِ مزدور

فریبی بحکمت مرا اے حکیم — کہ نتواں شکست ایں طلسمِ قدیم
مسِ خام را از زر اندودہ؟ — مرا خوئے تسلیم فرمودہ؟
کند بحر را آبنایم اسیر — ز خارا برد تیشہ ام جوئے شیر

حقِ کوہکن دادی اے نکتہ سنج
بہ پرویزِ پر کار و نا بردہ رنج؟

خطا را بحکمت مگردان صواب
خضر را نگیری بدامِ سراب

بدوشِ زمیں، بار، سرمایہ دار
ندارد گذشت از خور و خواب کار

جہاں راست بہروزی از دستِ مزد
ندانی کہ ایں ہیچ کار است دزد

پئے جرمِ او پوزش آوردہ
بایں عقل و دانش فسوں خوردہ؟

ہیگل

حکمتش معقول و با محسوس در خلوت نرفت
گرچہ بکرِ فکرِ او پیرایہ پوشد چوں عروس
طائرِ عقلِ فلک پروازِ او دانی کہ چیست؟
"تا کیاں کز زورِ مستی خایہ گیرد بے خروس"

جلالؒ و گوئٹے

نکتہ دانِ المنی را درارم — صحبتے افتاد با پیرِ عجم
شاعرے کو ہمچو آں عالی جناب — نیست پیغمبر ولے دارد کتاب
خواند بر دانائے اسرارِ قدیم — قصۂ پیمانِ ابلیس و حکیم
گفت رومی سے سخن را جاں نگار — تو ملک صید استی و یزداں شکار
فکرِ تو در کنجِ دل خلوت گزید — ایں جہانِ کہنہ را باز آفرید
سوز و سازِ جاں بہ پیکر دیدۂ — در صدف تعمیرِ گوہر دیدۂ

---

۱ مولٰنا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ۔

۲ نکتہ دانِ المنی سے مراد گوئٹے ہے۔ جس کا ڈراما "فوسٹ" مشہور و معروف ہے۔ اِس ڈرامے میں شاعر نے حکیم فوسٹ اور شیطان کے عہد و پیمان کی قدیم روایت کے پیرائے میں انسان کے امکانی نشوونما کے تمام مدارج اس خوبی سے بتائے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کمالِ فن خیال میں نہیں آسکتا۔

هر کسے از رمزِ عشق آگاہ نیست هر کسے شایانِ ایں درگاہ نیست

"داند آں کو نیکبخت و محرم است
زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است" (رومی)

پیغامِ برگساں

تا بر تو آشکار شود رازِ زندگی
خود را جدا ز شعله مثالِ شرر مکن
بہرِ نظارہ جز نگہِ آشنا مبار
در مرز و بومِ خود چو غریباں گذر مکن
نقشے کہ بستۂ ہمہ اوہامِ باطل است
عقلے بہم رساں کہ ادب خوردۂ دل است

میخانۂ فرنگ

یادِ ایامے کہ بودم در خمستانِ فرنگ
جامِ او روشن تر از جامِ جم و اسکندر است
چشمِ مستِ مے فروشش بادہ را پروردگار
بادہ خواراں را نگاہِ ساقی اش پیغمبر است
جلوۂ او بے کلیم و شعلۂ او بے خلیل
عقلِ ناپروا متاعِ عشق را غارتگر است
در ہوایش گرمیِ یک آہِ بیتابانہ نیست
رندِ ایں میخانہ را یک لغزشِ مستانہ نیست

موسیولینن و قیصر ولیم

موسیولینن

بسے گذشت کہ آدم دریں سرائے کہن
مثالِ دانہ تہِ سنگ آسیا بودست
فریب زاری و افسونِ قیصری خوردست
اسیرِ حلقۂ دامِ کلیسیا بودست
غلامِ گرسنہ دیدی کہ بر درید آخر
قمیصِ خواجہ کہ رنگیں زخونِ ما بودست
شرارِ آتشِ جمہور کہنہ ساماں سوخت
ردائے پیرِ کلیسا، قبائے سلطاں سوخت

قیصرِ ولیم

گناہِ عشوہ و نازِ بتاں چیست — طواف اندر سرشتِ برہمن ہست
دمادم نو خداوندان تراشد — کہ بیزار از خدایانِ کہن ہست
ز جورِ رہزناں کم گو کہ رہرو — متاعِ خویش را خود راہزن ہست
اگر تاجِ کئی جمہور پوشد — ہماں ہنگامہ ہا در انجمن ہست
ہوس اندر دلِ آدم نہ میرد (۴) — ہماں آتش میانِ مرزغن ہست
عروسِ اقتدارِ سحر فن را — ہماں پیچاکِ زلفِ پرشکن ہست

"نماند نازِ شیریں بے خریدار
اگر خسرو نہ باشد کوہکن ہست"

---

(۴) مرزغن - آتشدان

حکما

لاک

ساغرش را سحر از بادۂ خورشید افروخت
ورنہ در محفلِ گل لالہ تہی جام آورد

کانٹ

فطرتش ذوقِ مے آئینہ فامے آورد
از شبستانِ ازل کوکبِ جامے آورد

برگساں

نہ مے از ازل آورد نہ جامے آورد
لالہ از داغِ جگر سوزِ دوامے آورد

شعرا

برونگ

بے پشت بود بادۂ سرجوشِ زندگی　　آب از خضر بگیرم و در ساغر افگنم

بائرن

از منّتِ خضر نتواں کرد سینہ داغ　　آب از جگر بگیرم و در ساغر افگنم

غالب

"تا بادہ تلخ تر شود و سینہ ریش تر　　بگداز م آبگینہ و در ساغر افگنم"

رومی

آمیزشے کجا گہرِ پاکِ او کجا
از تاک بادہ گیرم و در ساغر افگنم

خراباتِ فرنگ

دوش رفتم به تماشائے خراباتِ فرنگ
شوخ گفتارئ رندے[1] دلم از دست ربود
گفت این نیست کلیسا که بیابی در وے
صحبتِ دخترکِ زہرہ وشے و نائے و سرود
ایں خراباتِ فرنگ است و ز تاثیرِ میش
آنچہ مذموم شمارند نماید محمود
نیک و بد را بتراز وئے دگر سنجیدیم
چشمۂ داشت ترا زوئے نصارے و یہود
خوب زشت است اگر پنجۂ گیرات شکست
زشت خوب است اگر تاب و توانِ تو فزود

[1] رند سے مراد نیٹشا ہے۔

تو اگر در نگری جذبہ ریا نیست حیات
ہر کہ اندر گروِ صدق و صفا بود نبود
دعوئے صدق و صفا پردۂ ناموسِ ریاست
پیرِ ما گفت مس از سیم بباید اندود

فاش گفتم بتو اسرارِ نہانخانۂ زیست
بکسے باز مگو تا کہ بیابی مقصود

خطاب بہ انگلستان

مشرقی بادہ چشیدست زمینائے فرنگ
عجبے نیست اگر توبۂ دیرینہ شکست

فکرِ نوزادۂ او شیوۂ تدبیر آموخت
جوشش زد خون بہ رگِ بندۂ تقدیر پرست
ساقیا تنگ دل از شورشِ مستاں نشوی
خود تو انصاف بدہ ایں ہمہ ہنگامہ کہ بست؟
"بوئے گل خود بہ چمن راہ نما شد زنخست
ورنہ بلبل چہ خبر داشت کہ گلزارے ہست"

قسمت نامۂ سرمایہ دار و مزدور

غوغائے کارخانۂ آہنگری ز من
گلبانگِ ارغنونِ کلیسا ازانِ تو

نخلے کہ شہ خراج بردمی نہد زمن
باغِ بہشت و سدرہ وطوبا ازانِ تو
تلخابۂ کہ دردِ سر آرد ازانِ من
صہبائے پاکِ آدم و حوّا ازانِ تو
مرغابی و تدرو و کبوتر ازانِ من
ظلِّ ہما و شہپرِ عنقا ازانِ تو
ایں خاک و آنچہ در شکمِ او ازانِ من
وز خاک تا بہ عرشِ معلّا ازانِ تو

نوائے مزدور

زمزدِ بندۂ کرپاس پوش و محنت کش
نصیبِ خواجۂ ناکردہ کار رختِ حریر
زخوے فشانیٔ من لعلِ خاتمِ والی
زاشکِ کودکِ من گوہرِ ستامِ[1] امیر
زخونِ من چو زلوفر[2] بہی کلیسا را
بزورِ بازوئے من دستِ سلطنت ہمہ گیر
خرابہ رشکِ گلستاں زگریۂ سحرم
شبابِ لالہ و گل از طراوتِ جگرم
بیا کہ تازہ نوا می تراود از رگِ ساز
مئے کہ شیشہ گداز د بہ ساغر اندازیم

(۱) ستام - سازِ اسپ (۲) زلو - جونک

مغان و دیرِ مغاں را نظام تازہ دہیم
بنائے میکدہ ہائے کہن بر اندازیم
ز رہزنانِ چمن انتقامِ لالہ کشیم
بہ بزمِ غنچہ و گل طرحِ دیگر اندازیم

بطوفِ شمع چو پروانہ زیستن تا کے
ز خویش ایں ہمہ بیگانہ زیستن تا کے

خُردہ

می خورد ہر ذرّۂ ما پیچ و تاب
محشرے در ہر دمِ ما مضمر است
با سکندر خضر در ظلمات گفت
مرگ مشکل زندگی مشکل تر است

دُر دانہ اداشناسِ دریاست
از گردشِ آسیا چہ داند

کلک را نالہ از تہی مغزی است
قلمِ سرمہ را صریرے نیست

منم کہ طوفِ حرم کردہ ام بتے بہ کنار
منم کہ پیشِ بتاں نعرہ ہائے ہُو زدہ ام
دلم ہنوز تقاضائے جستجو دارد
قدم بہ جادۂ باریک تر زمو زدہ ام

گل گفت کہ عیشِ نو بہارے خوشتر
یک صبحِ چمن ز روزگارے خوشتر
زاں پیش کہ کس ترا بدستار زند
مردن بکنارِ شاخسارے خوشتر

سخنگو طفلک و برناؤ پیر است
سخن را سالے و ماہے نہ باشد

چشم را بینائی افزاید سہ چیز
سبزہ و آبِ روان و روئے خوش
کالبد را فربہی می آورد
جامۂ قز، جانِ بے غم، بوئے خوش

اے برادر من ترا از زندگی دادم نشاں
خواب را مرگِ سبک داں مرگ را خوابِ گراں

LIBRARY. Acc. No. 13540 LAHORE.

طاقتِ عفو در تو نیست اگر
خیز و با دشمناں در آبہ ستیز
سینہ را کارگاہِ کینہ مساز
سر کہ در آبگینہ خویش مریز

از نزاکت ہائے طبعِ موشگافِ او مپرس
کز دمِ بادے زجاجِ شاعرِ ما بشکند
کے تواند گفت شرحِ کارزارِ زندگی
"می پرد رنگش، حبابے چوں بریا بشکند"

LIBRARY. Acc. No. 13540

در جہاں مانندِ جوئے کوہسار — از نشیب و ہم فراز آگاہ شو
یا مثالِ سیلِ بے زنہار خیز — فارغ از پست و بلندِ راہ شو

اے کہ گل چیدی منال از نیشِ خار
خار ہم می روید از بادِ بہار

مزن و سمہ بر ریش و ابروئے خویش
جوانی ز دزدیدنِ سال نیست

ندارد کار با دوں ہمتاں عشق
تدروِ مردہ را شاہیں نگیرد

نقدِ شاعر در خورِ بازار نیست

ناں بسیمِ نسترن نتواں خرید

بطے می گفت بحر آزاد گردید
چنیں فرماں ز دیوانِ خضر رفت
نہنگے گفت رو ہر جا کہ خواہی
ولے از ما نباید بے خبر رفت

Iqbal

ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY,
Acc. No. 2520
LAHORE.

مکتبہ:- عبدالمجید خوشنویس لوہاری منڈی لاہور